تنظیم اسلامی کا ترجمان

45

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

28 ربیع الاوّل تا 5 ربیع الثانی 1441ھ / 26 نومبر تا 2 دسمبر 2019ء

تمام انسان برابر ہیں

ہمارے ہاں پٹھانوں میں بالعموم یہ مساوات نظر آتی ہے کہ سب ایک سا لباس پہنتے ہیں۔ بڑے سے بڑا زمیندار ہو یا اس کا ملازم ہو‘ دونوں کا لباس ایک ہی طرح کا ہوگا‘ اور یہ کہ کھانا بھی دونوں ساتھ بیٹھ کر کھائیں گے۔ میں نے سنا ہے کہ عربوں کے ہاں بھی یہ مساوات قائم ہے اور لنچ ٹائم پر ایک منسٹر کا بوّاب (دربان) اور سوّاق (ڈرائیور) اس کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ مرد اور عورت میں بھی بحیثیت انسان کوئی فرق نہیں‘ صرف انتظامی اعتبار سے فرق ہے۔ ازروئے الفاظ قرآنی: ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾ (النساء:34) ”مرد عورتوں پر قوام ہیں“۔ یعنی مرد کو خاندان کے ادارے کے سربراہ کی حیثیت حاصل ہے‘ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرد افضل ہے اور عورت کمتر ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی عورت اپنے اخلاق اور کردار کے اعتبار سے کروڑوں مردوں سے اوپر چلی جائے۔ کتنے مرد ہوں گے جو حضرت مریم‘ حضرت آسیہ‘ حضرت خدیجہ‘ حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہن اجمعین) کے مقام کو اس طرح دیکھیں گے جیسے آپ آسمان کو دیکھتے ہیں۔ تو نظریۂ توحید کے یہ تین نتیجے ہیں جو سیاسی سطح پر‘ معاشی سطح پر اور سماجی سطح پر نکلتے ہیں: حاکمیت مطلقہ اللہ کے لیے‘ ملکیتِ مطلقہ اللہ کے لیے اور کامل مساواتِ انسانی۔

رسولِ انقلاب ﷺ کا طریقِ انقلاب
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

- تنظیم اسلامی، ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور حافظ عاکف سعید
- مطالعۂ کلامِ اقبال (140)
- تم عمل کے لیے انتظار کرتے ہو!
- عقیدہ ختم نبوت اور جھوٹے مدعیان نبوت
- یہ راستہ ریاست مدینہ کو نہیں جاتا
- تنظیم اسلامی کے تربیتی پروگرام

گمراہ بھٹکتے ہیں اور ایمان والے مضبوط ہوتے ہیں

الھدیٰ (878)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ الْحَجّ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 53 تا 55

لِّیَجۡعَلَ مَا یُلۡقِی الشَّیۡطٰنُ فِتۡنَۃً لِّلَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ وَّ الۡقَاسِیَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ
لَفِیۡ شِقَاقٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿ۙ۵۳﴾ وَّ لِیَعۡلَمَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ اَنَّہُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَیُؤۡمِنُوۡا بِہٖ فَتُخۡبِتَ لَہٗ
قُلُوۡبُہُمۡ ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَہَادِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۵۴﴾ وَ لَا یَزَالُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ مِرۡیَۃٍ
مِّنۡہُ حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ السَّاعَۃُ بَغۡتَۃً اَوۡ یَاۡتِیَہُمۡ عَذَابُ یَوۡمٍ عَقِیۡمٍ ﴿۵۵﴾

آیت ۵۳ ﴿لِّیَجۡعَلَ مَا یُلۡقِی الشَّیۡطٰنُ فِتۡنَۃً لِّلَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ وَّ الۡقَاسِیَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ ؕ﴾ ''تاکہ وہ شیطان کی طرف سے کی گئی آمیزش کو فتنہ بنا دے ان لوگوں کے لیے جن کے دلوں میں مرض ہو اور جن کے دل سخت ہو چکے ہوں۔''

﴿وَ اِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ لَفِیۡ شِقَاقٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿ۙ۵۳﴾﴾ ''اور یقیناً ظالم لوگ مخالفت اور دشمنی میں بہت دور جا چکے ہیں۔''

آیت ۵۴ ﴿وَّ لِیَعۡلَمَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ اَنَّہُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ﴾ ''اور اس لیے بھی کہ وہ لوگ جان جائیں جنہیں علم دیا گیا ہو کہ یقیناً یہ حق ہے آپؐ کے رب کی طرف سے''

ایسے لوگ کسی بھی معاملے میں اللہ کے فیصلے پر پورے شرحِ صدر کے ساتھ ایمان اور یقین رکھتے ہیں۔

﴿فَیُؤۡمِنُوۡا بِہٖ فَتُخۡبِتَ لَہٗ قُلُوۡبُہُمۡ ؕ﴾ ''تو وہ اس پر ایمان لے آئیں اور ان کے دل اُس (اللہ) کے آگے جھک جائیں۔''

﴿وَ اِنَّ اللّٰہَ لَہَادِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۵۴﴾﴾ ''اور یقیناً اللہ اہل ایمان کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔''

یعنی مخلص اہل ایمان سے کسی وقت اگر کہیں کوئی لغزش ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کا رخ پھیر کر درست سمت کی طرف موڑ دیتا ہے۔

آیت ۵۵ ﴿وَ لَا یَزَالُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّنۡہُ﴾ ''اور کافر تو اس بارے میں ہمیشہ شک و شبہ میں ہی رہیں گے''

ان کے شکوک وشبہات تو کبھی ختم ہونے والے نہیں ہیں۔

﴿حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ السَّاعَۃُ بَغۡتَۃً اَوۡ یَاۡتِیَہُمۡ عَذَابُ یَوۡمٍ عَقِیۡمٍ ﴿۵۵﴾﴾ ''یہاں تک کہ یا تو ان پر قیامت اچانک آن دھمکے یا ایک بانجھ دن کا عذاب ان پر مسلط ہو جائے۔''

''بانجھ دن'' سے مراد ایسا دن ہے جو ہر خیر سے خالی ہو۔ یعنی وہ دن جس میں کسی قوم کی بربادی کا فیصلہ ہو جائے۔

فرمان نبویؐ

جنت میں داخلے سے روکنے والی چیزیں

عَنْ ثَوْبَانَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ((مَنْ مَاتَ وَ ھُوَ بَرِیٌٔ مِنْ ثَلٰثٍ اَلْکِبْرِ وَالْغُلُوْلِ وَالدَّیْنِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ.))

حضرت ثوبان ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص (یعنی بندہ مومن) تین باتوں سے بری ہوا وہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ تکبر سے، خیانت سے اور مقروض ہونے سے''۔

واقعتاً یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں مختلف مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے بہت وعید سنائی۔ تکبر تو وہ بیماری ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ تکبر یہ ہے کہ حق کو جھٹلایا جائے اور لوگوں کو اپنے سے حقیر سمجھے۔ خیانت کے بارے میں بھی اتنی سخت وعید ہے کہ ایک موقع پر مال غنیمت سے کوئی معمولی چیز چھپانے پر آپؐ نے ایک مسلمان کے بارے میں دوزخ کی وعید سنائی۔ جبکہ قرض کے بارے میں آپؐ کا ارشاد ہے کہ شہید فی سبیل اللہ کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے قرض کے۔

اللہ تعالیٰ ہر بندہ مومن کو ان تین برائیوں سے بچائے۔ (آمین)

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

28 ربیع الاوّل تا 5 ربیع الثانی 1441ھ جلد 28
26 نومبر تا 2 دسمبر 2019ء شمارہ 45

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: (042) 35473375-79
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک .... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا .... (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

جماعت اسلامی کے انتخابی سیاست میں جانے کے بعد کوئی اصولی اسلامی انقلابی جماعت میدان میں نہ رہی۔ تنظیم اسلامی نے یہ خلا پُر کیا: شجاع الدین شیخ

اس میں کوئی شک نہیں کہ تنظیم اسلامی جماعت اسلامی کے فکر کا تسلسل ہے لیکن ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بعض معاملات میں اس فکر کو مزید نکھارا ہے: ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی

ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بیعت لے کر تصوف کے سلسلوں کے ساتھ منسلک نہیں کیا بلکہ اس جہاد کے ساتھ منسلک کیا جس کا مقصد اللہ کے دین کو قائم کرنا تھا: ڈاکٹر عبدالسمیع

سیاسی، معاشی اور معاشرتی سطحوں پر ظلم و استبداد کا جو بازار گرم ہے اس کو ختم کر کے اسلام کا عادلانہ نظام لانا اسلامی انقلاب کا اصل مقصد ہے: خورشید انجم

تنظیم اسلامی، ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور حافظ عاکف سعید کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں تنظیم اسلامی کے اکابرین کا اظہار خیال

میزبان: ایوب بیگ مرزا

زیر نظر مضمون زمانہ گواہ پروگرام کا ایک تفصیلی مذاکرہ ہے جو سالانہ اجتماع سے متصلاً قبل کیا گیا۔ اس مذاکرہ میں تنظیم اسلامی کے قیام، فکر، دعوت اور طریقہ کار کو زیر بحث لایا گیا۔ تنظیمی و تحریکی فکر کو سمجھنے اور تازہ کرنے کے لیے یہ مذاکرہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر اسے قارئین ندائے خلافت کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا تمام رفقاء و احباب نہ صرف خود اس کو توجہ سے بار بار پڑھیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی پڑھنے کی ترغیب دیں۔ تاکہ تنظیم اسلامی کا بنیادی فکر اور مؤقف مزید واضح ہو جائے۔ اس مضمون کی اہمیت اور افادیت کی بنا پر اسے اداریہ کی جگہ شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: تنظیم اسلامی یہ تسلیم کرتی ہے کہ وہ فکری لحاظ سے جماعت اسلامی کا ہی تسلسل ہے۔ پھر ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد یعنی نئی جماعت بنانے کی ضرورت کیوں پڑی؟

شجاع الدین شیخ: سب سے پہلے میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ کے اس اہم پروگرام میں اپنی گزارشات عرض کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع سے پہلے یہ بڑی اچھی نشست ہے جس میں تنظیم اسلامی کے فکر، دعوت، طریقۂ کار کے موضوعات زیر بحث آئیں گے۔ جس فکر کو تنظیم اسلامی لے کر چل رہی ہے اس حوالے سے یہ بہت عمدہ سوال ہے کہ تنظیم اسلامی فکری لحاظ سے جماعت اسلامی کا تسلسل ہے تو ایک شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ سوال کرے کہ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے الگ جماعت کیوں

بنائی؟ ایک اور بات بھی واضح ہونی چاہیے کہ محض جماعت اسلامی ہی نہیں بلکہ ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ برصغیر پاک وہند میں تین چار سو برس کا ایک علمی ورثہ ہمارے پاس ہے اسی کی بنیاد پر آج تنظیم اسلامی کھڑی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب شیخ احمد سرہندی اور شاہ ولی اللہ کا ذکر کرتے تھے کہ جب دین کے فکر کو خراب کرنے کی کوشش کی گئی تو ان حضرات نے اس کا مقابلہ کیا۔ پھر مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے حکومت الٰہیہ کا نعرہ بلند کیا تھا کہ ہمارا دین محض چند رسومات کا نام نہیں ہے یا انگریزی مذہب کی طرح محض انفرادی زندگی کا معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ دین ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں میں راہنمائی عطا کرتا ہے اور رب کی زمین پر رب کی حاکمیت کا تقاضا ہم سے کرتا ہے۔ پھر اسی بات کو مولانا مودودیؒ نے آگے بڑھایا اور اسی فکر کی بنیاد پر ایک جماعت 1941ء میں قائم کی جس کو ہم جماعت اسلامی کے نام سے جانتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ 1941ء سے 1947ء تک کی جماعت اسلامی کو ہم own کرتے ہیں کیونکہ وہ ٹھیٹھ اصولی اسلامی انقلابی جماعت تھی جس کا منہج اسی بنیاد پر تھا کہ اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے پہلے افراد کی تیاری ہو، افراد کو اللہ کے بندے بنایا جائے اور پھر ان کو منظم کر کے شریعت کی بالادستی کے لیے میدان میں اُترا جائے۔ 1947ء تک جماعت اسی اصول پر کاربند تھی۔ مگر قیام پاکستان کے بعد جب جماعت اسلامی نے مروجہ انتخابی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تو ڈاکٹر صاحب کے بقول یہ عملی اعتبار سے بہت بڑا انحراف تھا جس کے بعد جماعت اسلامی ایک اسلام پسند قومی سیاسی جماعت میں تبدیل ہوگئی۔ یہی وہ نکتہ تھا جس کی بنیاد پر جماعت اسلامی تقسیم ہوگئی۔ ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ تو اس وقت نوجوان تھے، ان کی عمر صرف 25 برس تھی مگر ان کے ساتھ ساتھ جماعت کے بڑے اکابرین مثلاً مولانا عبدالغفار حسنؒ، صاحب تدبر القرآن مولانا امین احسن اصلاحیؒ اور دیگر کئی اکابرین جماعت سے علیحدہ ہوگئے۔ ان سب نے اپنی زندگیاں جماعت اسلامی میں لگائی تھیں لیکن اب ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ جماعت اسلامی اپنے اصل منہج سے ہٹ گئی ہے۔ چنانچہ اس اختلاف کو ماچھی گوٹھ کے اجتماع میں پیش کیا گیا جہاں پر یہ اکابرین بشمول ڈاکٹر صاحب جماعت اسلامی سے علیحدہ ہوئے۔ اس کے بعد خلا پیدا ہوگیا اور یہ خلا تھا ایک ایسی اصولی اسلامی انقلابی جماعت کا جو انقلابی طریقہ کار کو اختیار کر کے دین کو نافذ کرنے کی جدوجہد کرے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے کئی برس تک انتظار کیا کہ وہ اکابرین جو جماعت اسلامی سے علیحدہ ہوئے ہیں وہ آگے بڑھ کر اس خلا کو پورا کریں۔ لیکن جب ان میں سے کوئی آگے نہ بڑھ سکا تو پھر ڈاکٹر صاحبؒ نے 1975ء میں تنظیم اسلامی قائم کی۔ اس سے قبل ڈاکٹر صاحب نے قرآنی تحریک بھی شروع کی تھی جس کے تحت وہ دروس قرآن کا سلسلہ شروع کر چکے تھے۔ چنانچہ تنظیم اسلامی محض ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کا معاملہ نہیں تھا بلکہ جماعت اسلامی کے انتخابی سیاست میں جانے کے بعد میدان میں اصولی اسلامی انقلابی جماعت کوئی میدان میں نہیں تھی۔ لہٰذا تنظیم اسلامی قائم کی گئی۔

سوال: ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے 1951ء کے انتخابات میں محترم امین احسن اصلاحی کی حمایت میں زوردار انتخابی مہم چلائی۔ پھر چند سال میں ایسا کیا ہوا کہ انتخابات شجر ممنوعہ بن گئے؟

ڈاکٹر عبدالسمیع: ہر انسان اپنی سمجھ کے مطابق جوابدہ ہے۔ 1951ء میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی عمر صرف 19 سال تھی۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے تھے کہ اولاً میں نے جماعت اسلامی کے اکابرین کی آنکھ سے دیکھنا شروع کیا تھا اور اسی بات کو وہ درست سمجھتے تھے۔ اس کا دوسرا پہلو وہ ہے جس کا تعلق جماعتی نظم سے ہے۔ جماعتی نظم کو اختیار کرنا جماعت کے ہر کارکن پر لازم ہے۔ اگر جماعت کا فیصلہ یہ ہو کہ ہم نے انتخابات میں حصہ لینا ہے تو کوئی ممبر اگر ذاتی طور پر اس کو صحیح نہ بھی سمجھتا ہو پھر بھی دین کا تقاضا یہ ہے کہ وہ جماعت کے نظم کو فالو کرے۔ جیسے نماز باجماعت کے اندر امام کو فالو کیا جاتا ہے چاہے امام غلطی ہی کیوں نہ کرے۔ اس اصول کے پیش نظر ڈاکٹر صاحبؒ نے جمعیت کے کارکن کی حیثیت سے ایک فعال سیاسی کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر صاحب اس وقت کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں پڑھتے تھے اور اسلامی جمعیت طلبہ کے رکن تھے۔ اس کے بعد جماعت اسلامی میں شمولیت اختیار کی تو جماعت کے فعال کارکن تھے حالانکہ اس وقت تک ان کا اختلاف بھی سامنے آچکا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ہمیں کوئی ایسا ثبوت نہیں ملتا کہ ڈاکٹر صاحب نے نظم کی خلاف ورزی کی ہو۔ وہ جب تک جماعت اسلامی میں رہے، جماعت کے تمام احکام کی پیروی کی اور یہی صحیح طرز عمل ہے۔

ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی: اس میں کوئی شک نہیں کہ تنظیم اسلامی جماعت اسلامی کی فکر کا تسلسل ہے لیکن بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بعض معاملات میں اس فکر کو مزید نکھارا ہے۔ بالخصوص ایمانیات میں ڈاکٹر صاحب نے بہت کام کیا ہے اور اس حوالے سے ایمان حقیقی اور قانونی ایمان، پھر حقیقی ایمان میں شعوری اور غیر شعوری ایمان، پھر شعوری ایمان میں عقلی اور سمعی ایمان اور پھر ایمان کے خارجی، داخلی اور باطنی تقاضے وہ موضوعات ہیں جن پر جماعت اسلامی میں بہت تھوڑا لٹریچر نظر آتا ہے لیکن ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ان موضوعات کو مزید نکھارا ہے۔ پھر جاگیرداری اور وڈیرہ شاہی وغیرہ کے حوالے سے مولانا مودودیؒ کے ہاں کچھ نرم ہاتھ رکھا گیا ہے جبکہ ڈاکٹر صاحب اس معاملے میں کافی انقلابی سوچ رکھتے تھے۔ بہرحال بعض معاملات کو ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے مزید نکھارا ہے۔

سوال: جماعت اسلامی کا مؤقف ہے کہ اسلامی نظام کے لیے تحریک چلانا اور انتخابات میں حصہ لینا بیک وقت ممکن ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

خورشید انجم: یہ جماعت اسلامی کا موقف ہے لیکن تنظیم کا موقف اس کے بالکل برعکس ہے۔ کیونکہ انتخابات اور احتجاجی تحریک دو مختلف چیزیں ہیں۔ تنظیم اسلامی کا موقف یہ ہے کہ انقلاب ایک احتجاجی تحریک کے ذریعے ہی آئے گا۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنی کتاب منہج انقلاب نبوی ﷺ میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت کی روشنی میں انقلاب کا ایک پورا پراسس بیان کیا۔ جس میں دعوت، تنظیم، تربیت، صبر محض اور پھر احتجاجی تحریک کے مراحل بیان کیے۔ انہوں نے کتاب کے شروع میں ہی یہ واضح کر دیا کہ انتخاب اور انقلاب دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ انتخاب کے ذریعے سے صرف چہروں کو تبدیل کیا جا سکتا ہے لیکن نظام میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جا سکتی۔ بالفرض اگر کوئی تبدیلی آئے گی بھی تو وہ جزوی ہو گی۔ جبکہ اس کے مقابلے میں انقلاب سیاسی، معاشی اور معاشرتی سطحوں پر تبدیلی کا باعث بنتا ہے۔ ان تینوں سطحوں پر جو ظلم ہو رہا ہوتا ہے وہ استبدادی نظام کی وجہ سے ہو رہا ہوتا ہے لہٰذا اس کو ختم کر کے اسلام کا عادلانہ نظام لانا اسلامی انقلاب کا اصل مقصد ہوتا ہے اور وہ صرف احتجاجی تحریک کے ذریعے ہی آسکتا ہے۔

سوال: کیا جماعت اسلامی کو یہ دونوں طریقے بیک وقت اختیار کرنے سے نقصان ہوا ہے یا فائدہ؟

خورشید انجم: فائدہ تو نہیں ہوا بلکہ نقصان ہوا ہے۔ کیونکہ ان کے منظم کارکن اب محض سیاسی کارکن بن کر رہ گئے ہیں۔ کیونکہ ایک انقلابی تحریک کے ذریعے کارکنوں میں للّٰہیت اور ایثار و قربانی کا جو جذبہ پیدا ہوتا ہے وہ انتخابی سیاست میں نہیں رہتا بلکہ ان پر سیاسی رنگ غالب آ

جاتا ہے۔ پھر روایتی سیاسی طور طریقے اور سیاسی اقدار و روایات اختیار کرنا پڑتی ہیں تب ہی جا کر سیاست میں کامیابی ممکن ہوتی ہے۔ یہ بات جماعت اسلامی کے لوگ خود بھی کہتے ہیں کہ اگر ہم نے سیاست میں حصہ لینا ہے تو پھر روایتی سیاسی طور طریقے ہمیں اختیار کرنے پڑیں گے ورنہ ہم کامیاب نہیں ہو سکتے اور انہوں نے یہ طریقے اختیار کیے بھی ہیں۔ لہٰذا دینی نقطہ نظر سے ان کو نقصان ہی ہوا ہے جبکہ سیاسی حوالے سے بھی وہ کوئی زیادہ کامیابی حاصل نہیں کر سکے۔

سوال: شخصی بیعت کا طریقہ آج کے دور میں اجنبی ہو چکا ہے پھر بھی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے جماعت میں شامل ہونے کے لیے یہ طریقہ اپنایا آخر کیوں؟

ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ اس بات کے قائل تھے کہ یہاں پر رسول انقلاب ﷺ کا طریقہ انقلاب اپنایا جائے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ: ”جس نے میری سنت کو زندہ رکھا اُسی نے مجھ سے محبت کی“۔ سنت میں ہم دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مختلف موقعوں پر بیعت لی۔ بیعت عقبہ اولیٰ، بیعت عقبہ ثانی، بیعت رضوان وغیرہ جیسے مظاہر ہمیں سیرت النبی ﷺ میں ملتے ہیں۔ بیعت رضوان کا ذکر قرآن مجید میں بھی آتا ہے۔ پھر اس بیعت کا تسلسل آگے خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے طریقہ میں بھی ملتا ہے۔ اسی طرح خلافت کے لیے جتنی بھی اسلامی تحریکیں اُٹھیں انہوں نے بھی بیعت کے سلسلے کو اپنایا۔ تاریخ سے ظاہر ہے کہ درحقیقت یہ وہ طریقہ ہے جو نبی اکرم ﷺ اور پھر خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ نے اختیار کیا۔ اس لیے ڈاکٹر صاحب نے وہی طریقہ اپنایا جو نص قرآنی، سنت رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ اور اسلاف کے عمل سے ثابت شدہ ہے۔ انہوں نے اپنی تحریک کو موجودہ مروجہ طریقوں کی بجائے نبی اکرم ﷺ کے اُسوہ سے جوڑنے کی کوشش کی۔

سوال: بہت سے لوگ بیعت کرنے سے جھجک محسوس کرتے ہیں جس سے تنظیم کو عددی لحاظ سے نقصان پہنچا ہے کیا پھر بھی آپ سمجھتے ہیں کہ یہی طریقہ ہونا چاہیے تھا؟

ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی: میں اسی طریقہ کو زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کیونکہ کسی بھی جماعت میں اولین لوگ جتنے منظم اور پختہ کار ہوں گے وہ جماعت اتنی ہی کامیاب ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو دیکھیں تو پہلے تیرہ برس میں ساتھیوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ ہجرت کے بعد اس میں اضافہ ہوا۔ لیکن شروع میں تعداد چاہے تھوڑی ہو لیکن مخلص، منظم، پرعزم اور صحیح فکر والی ہو تو اللہ کی برکت سے اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے بڑی محنت اور جتن کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن اگر آغاز میں تعداد بہت زیادہ ہو جائے تو وہ ایک جھاگ کی صورت بن جاتی ہے جس سے تحریک کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔

خورشید انجم: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے تمثیل کے ذریعے اس چیز کو سمجھایا ہے کہ بیعت کی فوقیت کتنی ہے اور اس کے لیے ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں۔ دوسری مرتبہ پھر اس نے یہی سوال کیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں۔ تیسری مرتبہ پھر سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں۔ چوتھی مرتبہ جب اس نے سوال کیا تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ۔ اس سے علماء نے اصول یہ نکالا کہ ماں کا حق باپ کے حق پر تین درجے فائق ہے۔ اسی طرح جماعت میں شمولیت کے جتنے بھی طریقے ہیں ان پر یہ تین درجے فائق ہیں۔ یعنی منصوص، مسنون، اور ماثور۔ جبکہ چوتھا درجہ ماخوذ بھی ہے کیونکہ کسی بھی ادارے میں ایم ڈی یا جی ایم ایک ہی ہوگا اور اسی کی اتھارٹی ہوگی۔ لہٰذا یہ ماخوذ بھی ہے اور سنت سے، سیرت سے، نص قرآنی سے بیعت کا طریقہ ہی فوقیت رکھتا ہے۔

شجاع الدین شیخ: قرآن ہمیں حکم دیتا ہے:
﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ ”اور نماز قائم کرو“ (البقرہ 43:)
اس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے تاکید کی کہ: ((صلوا کما رأیتمونی اصلی)) ”نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو“ (بخاری)
اسی طرح قرآن ہمیں حکم دیتا ہے:
﴿اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ﴾ ”کہ قائم کرو دین کو“ (شوریٰ 13:)
ظاہر ہے اس کا طریقہ بھی رسول اللہ ﷺ کے اُسوہ کی روشنی میں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن میں واضح ہدایت موجود ہے کہ: ﴿لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ﴾ ”(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے“ (الاحزاب 21:)
لہٰذا جس طریقہ سے نبی اکرم ﷺ نے دین کو قائم کر کے دکھایا اسی طرز پر اقامت دین کی ذمہ داری کو نبھانا اتباع رسول کا تقاضا ہے۔ اس لحاظ سے تنظیم اسلامی اللہ کا شکر ادا کرتی ہے کہ اس اجنبی دور میں بھی اللہ کے رسول ﷺ کے اُسوہ کو زندہ رکھنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہے۔ اس اجنبی دور کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ: ((بَدَاَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَاَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ)) ”اسلام کی ابتدا غربت (اجنبیت) کی حالت میں ہوئی تھی اور یہ اسی حالت میں پھر لوٹ جائے گا، تو بشارت ہے غرباء کے لیے“۔ (صحیح مسلم)
لہٰذا ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس دور میں نبی اکرم ﷺ کی سنت کو زندہ کرنے کا موقع ملا۔

سوال: کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ بیعت کا حق صرف حاکم وقت یا خلیفہ کے پاس ہوتا ہے، ایک جماعت کے امیر جس کے پاس کسی چیز کو نافذ کرنے کا اختیار نہیں ہوتا اس کو بیعت لینے کا حق نہیں ہے۔ یا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی بڑی روحانی شخصیت سے بیعت نہ ہو اس کو بیعت لینے کا حق نہیں ہے تو پھر ڈاکٹر صاحب نے بیعت کیوں لی؟

شجاع الدین شیخ: تاریخ اسلام کو سامنے رکھیں تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی تحریک برپا کرنے کے لیے بیعت لی تھی۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے تحریک برپا کی تو بیعت لی تھی۔ ماضی قریب میں تحریک شہیدین گزری ہے۔ سید احمد شہید رحمہ اللہ نے بیعت لی ہے اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ حد یہ ہے کہ علامہ اقبال مرحوم کی خواہش تھی کہ جو بیعت کا طریقہ امام الانبیاء ﷺ نے عطا فرمایا تھا، اسی کی بنیاد پر علامہ جماعت بنانا چاہتے تھے۔ ہمارے ہاں اہل تصوف میں بھی بیعت کا طریقہ رائج ہے۔ لیکن امام الانبیاء ﷺ سے بیعت کا جو تصور ہمیں ملا وہ بیعت جہاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سید احمد شہید رحمہ اللہ نے جب اللہ کے دین کی خاطر کھڑا ہونے کا ارادہ کیا تو انہوں رفقاء سے بیعت لی۔ حالانکہ وہ خود تصوف کے چاروں سلسلوں میں بیعت تھے۔ لیکن جب سید احمد شہیدؒ نے بیعت لی تو یہ کہہ کر لی کہ آؤ بیعت محمدی ﷺ کریں کہ جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے دین کے غلبے کے لیے لوگوں کو جمع فرمایا۔ معلوم ہوا کہ تصوف کے سلسلوں کی بیعت بجا لیکن بالاتر بیعت بیعت محمدی ﷺ یا بیعت جہاد ہے اور تنظیم اسلامی میں بھی بیعت جہاد کا تصور ہے۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ کیا ڈاکٹر اسرار احمدؒ بیعت لینے کے اہل تھے یا نہیں؟ اس حوالے سے علماء نے یہ کہا ہے کہ جہاں بیعت جہاد کی بات آجائے تو وہاں علم و بزرگی کے لحاظ سے ایک افضل شخصیت بھی مفضول کے ہاتھ پر بیعت کر سکتی ہے۔ جیسا کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے سید احمد شہید رحمہ اللہ کے

ہاتھ پر بیعت کی ہے حالانکہ شاہ اسماعیل شہیدؒ علم اور تقویٰ کے اعتبار سے بہت بڑا درجہ رکھتے تھے۔ یہی دلیل ہم تنظیم اسلامی میں پیش کرتے ہیں۔ تنظیم اسلامی میں بھی تقریباً سوا سو کے قریب ایسے علماء موجود ہیں جنہوں نے باقاعدہ درس نظام کے تمام کورسز کیے ہیں اور جو باقاعدہ علماء قرار دیے گئے ہیں، انہوں نے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور موجودہ امیر محترم حافظ عاکف سعید کے ہاتھ پر بھی بیعت کر رکھی ہے۔

ڈاکٹر عبدالسمیع: شاہ اسمٰعیل شہیدؒ پاک وہند کے اندر مسلک اہل حدیث کے مجدد تھے۔ اسی طرح سید احمد شہیدؒ کے رفقاء میں مفتی عبدالحئیؒ بھی تھے جو مسلک حنفی کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے بھی سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کر رکھی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد جب 1953ء میں اینٹی قادیانی تحریک چلی تو اس میں امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی۔ ان بیعت کرنے والوں میں بڑے بڑے علماء شامل تھے جن میں سے ایک مسلک حنفی کے بیہقی وقت کہلانے والے، لاکھوں احادیث کے حافظ مولانا انور شاہ کاشمیریؒ بھی تھے۔ لہٰذا یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے بیعت لینی شروع کر دی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے ہمیں تصوف کے سلسلوں کے ساتھ منسلک نہیں کیا بلکہ انہوں نے ہمیں اس جہاد کے ساتھ منسلک کیا جس کا مقصد اللہ کے دین کو قائم کرنا تھا۔ اقامت کے دو معنی ہیں: قائم کرنا بھی اور قائم رکھنا بھی۔ مسلمانوں کے ہر خلیفہ نے اس دین کو قائم رکھنے کے لیے بیعت لی۔ خلفائے راشدین کے بعد جب ایک نئی صورتحال پیدا ہوگئی تو حضرت حسینؓ یا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ یا حضرت نفس ذکیہ رحمہ اللہ نے اسلامی نظام کے قیام کے لیے کوئی بیعت نہیں لی بلکہ اس وقت ان کو خلافت میں جو بگاڑ محسوس ہوا اس کی اصلاح کے لیے بیعت لی۔ اس کے بعد جب تک خلافت قائم رہی چاہے وہ نام کی ہی خلافت تھی لیکن اس میں بھی خلیفہ کی بیعت کی جاتی تھی۔ جب 1924ء میں نام کی خلافت بھی ختم کر دی گئی تو اب ایک دوسرا دور شروع ہوا جس میں خلافت کے از سر نو قیام کے لیے جتنی بھی تحریکیں اُٹھیں ان میں بیعت لی گئی۔ جب جماعت اسلامی انتخابی سیاست میں چلی گئی تو اس کے بعد تنظیم اسلامی کا قیام عمل میں آیا اور اس میں بھی بیعت لی گئی۔

سوال: کیا شخصی بیعت آمریت کی نشاندہی نہیں کرتی۔ کیونکہ اسلام میں تو آزادی رائے ہے اور مساوات واخوت کا درس دیتا ہے۔ اس پس منظر میں شخصی بیعت اسلام کے مجموعی رجحان سے لگا نہیں کھاتی۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

شجاع الدین شیخ: اگر ہم غور کریں تو اس وقت ملک میں جمہوری نظام رائج ہے۔ اس میں ہمیں کتنی آزادی اظہار رائے دستیاب ہے۔ ممتاز قادری کے جنازے میں لاکھوں کا مجمع تھا لیکن ہمارے اس جمہوری نظام نے ٹی وی چینلز پر اس کی کوریج نہیں آنے دی۔ اسی طرح اس نظام میں مساوات کی باتیں کی جاتی ہیں مگر یہ کون سی مساوات ہے کہ ایک سابق وزیر اعظم کی طبیعت اگر خراب ہو جائے تو ساری حکومتی مشینری اور سو کالڈ جمہوری نظام حرکت میں آ جائے اور ساری سہولیات جن کی شاید ضرورت بھی نہ ہو وہ فراہم کرنے کے راستے کھول دیے جائیں۔ جبکہ دوسری طرف ہماری جیلوں کے اندر کتنے لوگ بیمار ہیں اور اسی وجہ سے کئی لوگ جیل کے اندر ہی مر جاتے ہیں لیکن ان کا کوئی پُرسان حال نہیں ہے۔ زمینی حقائق کو دیکھیں تو ہمارے جمہوری نظام کی عملی صورت حال یہ ہے۔ اس کے برعکس جب آپ اسلام کی بات کرتے ہیں تو اسلام سے بڑھ کر کس نے انسان کو آزادی عطا کی ہے۔ البتہ وہ آزادی جو حدود کے اندر ہو اور خود انسان اور انسانی معاشرے کے لیے ضرر رساں نہ ہو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جن کے قدموں میں کم وبیش آدھی دنیا اللہ تعالیٰ نے ڈال دی۔ آپؓ ایک موقع پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے تھے کہ ایک صحابیٔ رسول ﷺ سوال کر لیتے ہیں یا امیر المومنینؓ! ہم آپ کی بات نہ سنیں گے نہ اطاعت کریں گے۔ آپؓ نے پوچھا: کیا ہوا؟ تو اس صحابیؓ نے کہا کہ جو کپڑا آپ نے پہنا ہوا ہے، اتنا ہی مال غنیمت میں سے ہمیں بھی ملا، اس سے ہمارا لباس تو تیار نہیں ہو سکا آپؓ کا کیسے ہو گیا جبکہ آپؓ جسامت میں ہم سے بڑے ہیں؟ سیدنا عمرؓ نے اسی مجمع میں بیٹھے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ تم وضاحت کرو۔ بیٹے نے کہا کہ مال غنیمت سے جو کپڑا مجھے ملا تھا وہ بھی میں نے ابا جان کو دے دیا اس لیے ان کا لباس تیار ہوا۔ اس پر ان صحابی رسول نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم آپؓ کی بات سنیں گے بھی مانیں گے بھی۔ اسی طرح ایک بوڑھی عورت راہ چلتے سیدنا عمرؓ سے پوچھتی ہے کہ اے عمرؓ! تجھے کس نے حق دیا ہے کہ مہر کی رقم کی حد مقرر کرو جبکہ اللہ کا کلام تو ڈھیروں کا لفظ بھی استعمال کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ اس بوڑھی اماں کی بات مانتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ نے ایک بوڑھی اماں کے ذریعے عمر کو دین سکھا دیا۔ میں تو یہ کہوں گا کہ اگر ہم شریعت پر چلیں تو اس سے بڑھ کر آزادی رائے اور مساوات نہیں مل سکتی۔ سیدنا عمرؓ یروشلم فتح کرنے کے لیے جا رہے تھے تو ساتھ ایک غلام تھا۔ راستے میں اونٹ پر باری باری کبھی امیر المومنین بیٹھتے اور کبھی خادم بیٹھتا تھا۔ جب یروشلم پہنچے تو خادم نے کہا: خدا کے واسطے اب تو آپ بیٹھ جائیے لیکن سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں کہ تیری باری ہے تو ہی بیٹھے گا۔ لہٰذا جب ہم بیعت کے نظام کی بات کرتے ہیں تو ان اسلامی پیراڈائم میں ہی کر رہے ہوتے ہیں۔ اس کے لیے باقاعدہ دلائل پیش کیے گئے: منصوص یعنی قرآن سے ثابت، مسنون یعنی سنت رسول ﷺ سے ثابت اور ماثور یعنی امت کے چودہ سو برس کے طرز عمل سے ثابت ہے۔ جہاں تک اس میں آمریت کے تاثر کا تعلق ہے تو سچی بات یہ ہے کہ دنیا کے ہر ادارے کے اندر سمع وطاعت (سنو اور مانو) کا اصول موجود ہوتا ہے اور ادارے میں بڑی اتھارٹی ایک فرد کے پاس ہوتی ہے تبھی نظم وضبط قائم ہوتا ہے۔ دنیا کے عام اداروں کے اندر بھی ایک باس ہوتا ہے جس کی کڑوی باتیں بھی لوگ مانتے ہیں۔ یہاں تک بھی مشہور ہے کہ Boss is always right۔ اس اصول کو تو کبھی کسی نے آمریت نہیں کہا۔ بلکہ اس کے لیے بڑے خوبصورت الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں کہ نظم وضبط کے لیے یہ ضروری ہے وغیرہ۔ جتنے بھی خوبصورت الفاظ اور اصطلاحیں ہم استعمال کریں ان سب کے مجموعے سے بھی بالاتر اللہ اور رسول ﷺ کا دیا ہوا نظام ہے۔ ظاہر ہے اس میں تو نظم وضبط کا سب سے اعلیٰ نظام ہوگا۔ آمریت تو وہ ہے جو لوگوں نے قائم کر رکھی ہے۔ اس کے برعکس جب آپ خلفائے راشدین کی زندگیوں کو دیکھیں گے یا امارت کے تصور کے ساتھ جس کسی نے اللہ کے دین کی واقعتاً نمائندگی کی ہے اس کا اپنے ماتحت لوگوں کے ساتھ طرز عمل دیکھیں گے تو پھر یہی نظام جو بیعت کی بنیاد پر ہمیں عطا کیا گیا وہ سب سے اچھا لگے گا۔ یعنی اگر اسلام صحیح سپرٹ کے ساتھ لوگوں کے سامنے ہو اور اس پر واقعتاً عمل درآمد ہو رہا ہو تو اس کے سوا انسانیت کے پاس کوئی آپشن نہیں ہے۔ اسی طرح بیعت کا تصور جو دین نے عطا کیا ہے اپنی سپرٹ کے ساتھ ہمارے سامنے ہو تو انسانیت کے لیے اس سے بڑا اجتماعیت کا تصور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی: آمریت اور ''اسلامک پیراڈائم میں شخصی امارت'' کے درمیان فرق میں سب سے اہم چیز نظام مشاورت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ ﴾ ''اور ان کا کام آپس میں مشورے سے ہوتا ہے۔'' (الشوریٰ: 38)

اسلامی بیعت کے نظام میں باقاعدہ مشاورت کے مختلف فورمز ہوتے ہیں۔ یعنی ذہن بند رکھنے کی کوشش نہیں ہوتی بلکہ ان کے مشورے سے امیر کو اچھے فیصلے کرنے میں تقویت ملتی ہے۔ ویسے بھی نبی اکرم ﷺ نے جو بیعت لی تھی اس میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ: ((اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا کُنَّا، لَا نَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ)) ’’ہم سچ بولیں گے جہاں کہیں بھی ہم ہوں گے‘ اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے بے پرواہ رہیں گے۔‘‘

لہٰذا بیعت کے نظام میں شورائیت کا نظام موجود ہوتا ہے۔ جبکہ آمریت میں آمر مشورہ لینے کا پابند نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کو مشورہ لینے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو عقل کل سمجھتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالسمیع: اصل میں امیر کا ترجمہ ڈکٹیٹر کرنا ہی عربی لغت کے لحاظ سے غلط ہے۔ ہمارے دین کی اصل اصطلاح امیر ہے آمر نہیں ہے۔ آمر کا مطلب ہوتا ہے حکم دینے والا۔ اس کا ترجمہ ڈکٹیٹر ہوسکتا ہے۔ لیکن امیر اسم صفت ہے اور اسم صفت میں یہ لازم نہیں آتا۔ مثلاً عربی میں ناصر اور نصیر بھی اسی طرح کے دو الفاظ ہیں۔ ناصر اسم فاعل ہے اور نصیر اسم صفت ہے۔ ناصر کا اطلاق اس پر اس وقت ہوگا جب وہ مدد کر رہا ہو۔ اس لیے کہ اسم فاعل ہے وہ حادث ہوتا ہے لیکن ’’نصیر‘‘ میں مدد کرنے کی صلاحیت ہے خواہ وہ مدد کر رہا ہو یا نہ کر رہا ہو۔ لہٰذا آمر کا ترجمہ ڈکٹیٹر ہوسکتا ہے کیونکہ وہ اسم فاعل ہے لیکن امیر کو آپ ڈکٹیٹر نہیں کہہ سکتے۔ وہ لیڈر ہے۔ یعنی ڈائریکٹ کرنے والا، لیڈ کرنے والا یا کمانڈر اس کا ترجمہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن وہ ڈکٹیٹر نہیں ہوتا کہ ہر وقت حکم چلاتا رہے۔ لفظ امیر کے اندر بھی مشاورت کا عنصر موجود ہے۔ یعنی وہ مشاورت کے ساتھ کام کرسکتا ہے۔ کچھ لوگ جو کہتے ہیں کہ بیعت سربراہ مملکت کی ہی ہوسکتی ہے تو میرا ان سے سوال ہے کہ جب بیعت عقبہ اولیٰ یا ثانیہ ہوئی تھیں تو اس وقت نبی اکرم ﷺ تو کسی ریاست کے سربراہ نہیں تھے لیکن پھر بھی انہوں نے بیعت کیوں لی؟ سن دس نبوی میں جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو اس کے بعد ابولہب خاندان بنو ہاشم کا سربراہ بن گیا اور اس نے نبی اکرم ﷺ کو خاندان بنو ہاشم سے نکال دیا۔ اب نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں نہیں رہ سکتے تھے۔ البتہ کوئی آپ ﷺ کو پناہ دیتا تو آپ ﷺ رہ سکتے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ طائف تشریف لے گئے لیکن وہاں جو ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو معراج نصیب ہوئی۔ معراج کے بعد پانچویں ماہ حج تھا اور وہاں اللہ تعالیٰ نے مدینہ کی کھڑکی کھولی۔ پانچ افراد اسلام لائے۔ اگلے سال بارہ افراد آئے ہیں تو بیعت عقبہ اولیٰ ہوئی۔ بیعت عقبہ اولیٰ کے اندر یہ الفاظ ہیں کہ میں چوری نہیں کروں گا، بدکاری نہیں کروں گا اور میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤں گا وغیرہ۔ پھر اگلے سال 75 افراد آئے اور آپ ﷺ کے لیے پیشکش لے کر آئے کہ آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لے آئیں۔ ہم آپ ﷺ کی اسی طرح حفاظت کریں گے جیسے اپنے خاندان کے لوگوں کی کرتے ہیں۔ اس طرح مدینہ کے دو قبائل اوس اور خزرج کے لوگ نبی اکرم ﷺ کے مشن کے ساتھی بنے تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو فوراً آرگنائز کیا اور اس کے لیے بیعت عقبہ ثانیہ ہوئی۔ بیعت عقبہ اولیٰ کچھ اعمال کی بیعت تھی۔ لیکن بیعت عقبہ ثانیہ باقاعدہ ایک بیعت سمع وطاعت ہے۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے وہاں اوس اور خزرج میں سے بارہ نقیب مقرر فرمائے تھے‘ یہ اصل میں ان کی اطاعت کی بیعت تھی اور اس میں بھی وہی الفاظ آئے ہیں: ’’ہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت کی کہ ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے‘ خواہ آسانی ہو یا مشکل‘ خواہ ہماری طبیعت آمادہ ہو یا ہمیں اس پر جبر کرنا پڑے‘ اور خواہ دوسروں کو ہمارے اوپر ترجیح دے دی جائے۔ ہم اصحابِ اختیار سے جھگڑیں گے نہیں‘ لیکن سچ بولیں گے جہاں کہیں بھی ہم ہوں گے‘ اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے بے پرواہ رہیں گے۔‘‘

یہ اصل میں بیعت کی حیثیت ہے۔ اس وقت تک حضور ﷺ کی کوئی حکومت قائم نہیں تھی۔ البتہ فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ اللہ کے خلیفہ بنے تھے اور آپ ﷺ کے مقرر کردہ والی آپ ﷺ کے مقرر کیے ہوئے امراء تھے۔ لہٰذا ہمارے لیے آئیڈیل کسی کا خیال یا کسی کی سوچ نہیں ہے کہ لوگ اس کو پسند یا ناپسند کریں بلکہ ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ کا اُسوہ ہے۔

سوال: جب کوئی نیا ساتھی تنظیم میں شامل ہوتا ہے تو آپ اُسے کیا نام دیتے ہیں اور اُس کو ابتدائی کام کیا دیا جاتا ہے؟

ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی: جب کوئی ساتھی تنظیم میں شامل ہوتا ہے‘ چونکہ وہ ایک نظم کے اندر ابتدا کر رہا ہوتا ہے لہٰذا ہم اس کو مبتدی رفیق کا ایک نام دیتے ہیں اور پھر اس کو آہستہ آہستہ اپنے نظم کے اندر اپنا کردار ادا کرنے کے لیے ترغیب دیتے ہیں۔ پھر جس علاقے میں وہ رہ رہا ہوتا ہے وہاں کا امیر اس کے گھر جا کر اس کے کوائف لیتا ہے۔ اس کے بیک گراؤنڈ، اس کے گھریلو حالات، اس کے فکر کو جاننے کی کوشش کرتا ہے اور اس سے ایک نظریاتی تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر وہ کوائف فارم اوپر جاتا ہے اور اگر مرکز اس کو قبول کرلیتا ہے تو وہ باقاعدہ ایک رفیق بن جاتا ہے اور بعد میں بیعت بھی کرلیتا ہے۔ اس کے بعد پھر امیر حلقہ اس کو تعارفی پروگرام میں شامل کرتا ہے اور اس کے سامنے پوری تنظیم کا سٹرکچر بیان کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کو نظم اور حلقہ قرآنی کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔ پھر ہم اس کی رفتہ رفتہ اصلاح کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ پہلے تو نماز کی اصلاح کرو، اپنی پنج وقتہ نماز کو بہتر کرو اور اس کو مسجد میں ادا کرو۔ تلاوت کو معمول بناؤ، اچھے اخلاق پیدا کرو، مسنون ذکر و اذکار کو معمول بناؤ اور اُسرے کے پروگراموں میں ضرور شریک ہو کیونکہ اب تم ایک نظم کے اندر شامل ہو چکے ہو اور حلقہ قرآنی میں شامل ہو۔ پہلے تین ماہ کے لیے اس کو دو تین کتابیں دیتے ہیں تاکہ اس کے اندر فکرِ تنظیم رچ بس جائے۔ اُسرہ اصل میں ایک گھرانے کی مانند ہوتا ہے، جس طرح گھر میں بڑا باپ ہوتا ہے اسی طرح اُسرہ کا ایک نقیب ہوتا ہے اور اس میں تین چار رفقاء ہوتے ہیں۔ اس کا ایک مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ نظریاتی تعلق بھی پیدا کریں اور ایک دوسرے کے حالات سے بھی واقفیت حاصل کریں۔ نقیب کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ ان کے افکار، کردار میں بہتری پیدا کرے۔ اس کے لیے مختلف پروگرام ڈیزائن کیے جاتے ہیں جن میں ان کو شمولیت کی دعوت ہوتی ہے اور اس کا ایک چیک اینڈ بیلنس سسٹم بھی ہوتا ہے کہ اس کے اندر بہتری پیدا ہورہی ہے یا نہیں۔ عبادات، داڑھی وغیرہ کا معاملہ آگے بڑھ رہا ہے یا نہیں۔ اس طرح تربیت کی سب سے نچلی سطح کے لیے اُسرہ کا تصور دیا گیا ہے۔

سوال: تنظیم اسلامی کا تربیتی نظام کیا ہے؟

خورشید انجم: تنظیم اسلامی میں تربیتی نظام موجود ہے بلکہ ایک پورا تربیتی شعبہ ہے جو اس تربیتی نظام کو کنٹرول کرتا ہے۔ اس تربیت کے حوالے سے ہمارے مختلف کورسز ہیں۔ جو شخص تنظیم میں شامل ہوتا ہے اس سے اولین تقاضا یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلی فرصت میں ایک سات روزہ مبتدی کورس کرے۔ اس کے بعد وہ نظم کے ساتھ چلتا ہے اور نظم اس کا جائزہ لیتا ہے۔ اس کے ساتھ مطالعہ

یا سماعت کا نصاب ہے۔ پھر ایک سوال نامہ پر کروایا جاتا ہے یعنی اس کے فکر کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اگر اس کے فکر میں پختگی آئے تو پھر امیر حلقہ کی سفارش پر اسے ملتزم قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کے لیے ایک ملتزم تربیتی کورس ہوتا ہے۔ اسی طرح امراء ونقباء کے لیے بھی کورسز ہیں۔ ایک نقباء کورس ہے جو زندگی میں ایک بار کرنا ہوتا ہے پھر ایک ریفریشر کورس ہوتا ہے جو امراء، نقباء اور معاونین کے لیے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کا تربیتی اور مشاورتی اجتماع ہر سال ہر حلقے میں ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارا ایک بنیادی کورس ہے جسے مدرسین کورس کہتے ہیں، وہ بھی ایک مرتبہ زندگی میں کرنا ہوتا ہے۔ ایک ریفریشر کورس ہے جو ہر سال ہوتا رہتا ہے، اس میں بھی ہر مدرس کی شرکت ضروری ہوتی ہے۔ یہ کورسز مستقل اور مسلسل چل رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ساتھ ساتھ کورس کروائے جاتے ہیں جیسے ایک نصاب ہے اس کے حوالے سے ایک مبتدی نظریاتی ریفریشر کورس ہے۔ اسی طرح ملتزم کا نظریاتی ریفریشر کورس ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ منتخب نصاب نمبر 1 اور نمبر 2 کا مطالعہ کروایا جاتا ہے۔ منتخب نصاب نمبر 1 وہ ہے جس کی بنیاد پر تنظیم اسلامی کھڑی ہوئی ہے اور اس کو ڈاکٹر صاحبؒ نے 1965ء میں لاہور میں منتقل ہونے کے بعد مرتب کرنا شروع کیا تھا۔ اس میں بنیادی چیز تصور دین ہے یعنی دین کا حقیقی تصور ہے کیا؟ اور تصور فرائض دینی کیا ہے؟ اس کا بھی ایک کورس ہے۔ جس میں ایک ہفتے کے اندر اس پورے منتخب نصاب سے گزارہ جاتا ہے۔ اسی طرح بانی تنظیم نے تنظیمی مسائل مثلاً امیر اور مامور کا تعلق، تنظیم میں شمولیت کا طریقہ کار وغیرہ کے حوالے سے 1986ء میں حزب اللہ کے اوصاف کے عنوان سے دروس دیے تھے۔ وہ باقاعدہ کتاب کی شکل میں موجود ہیں۔ اس کا ایک سہ روزہ کورس کروایا جاتا ہے۔ پھر ایک تیس روزہ کورس بھی ہوتا ہے۔ بہرحال یہ مختلف کورسز ہیں اور یہ ایک پورا پیکج ہے جس میں ہم مختلف چیزوں کو دیکھتے ہیں۔

سوال: کیا آپ نے تنظیم اسلامی میں کچھ کیڈرز بنا رکھیں ہیں کہ کوئی رفیق کوئی منصب حاصل کرنے کا کب اہل ہوتا ہے؟

خورشید انجم: جب تنظیم شروع ہوئی تو اس وقت کوئی خاص کیڈرز نہیں تھے۔ جو شامل ہوا وہ رفیق ہوتا تھا۔ البتہ بعد میں اس کو دو کیڈرز میں تقسیم کیا گیا۔ یعنی مبتدی اور منتظم میں۔ پھر بعد میں اس منتظم کو ملتزم کیا گیا۔ جو شخص بھی تنظیم میں شامل ہوتا ہے وہ مبتدی ہے۔ یعنی ابتدا کرنے والا۔ لیکن اصل منزل اس کی ملتزم ہے۔ ملتزم کا مطلب ہے چمٹنے والا۔ جیسے ایک اصطلاح میں خانہ کعبہ کے ساتھ چمٹنے کے مقام کو ملتزم کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ملتزم وہ ہے جو چمٹتا ہے۔ یعنی تنظیم میں جو شخص نظم کے ساتھ چمٹا ہوا ہے وہ ملتزم رفیق کہلاتا ہے۔ پھر انہی میں کچھ کیڈرز ہیں اور اس کے لیے کچھ شرائط ہیں۔ جیسے مقامی امیر کے تقرر کے لیے ایک شرط ہے کہ اسے ملتزم رہتے ہوئے کم از کم دو سال ہو چکے ہوں۔ اسی طرح شوریٰ کے لیے ایک شرط ہے کہ کم از کم رفیق کو بطور ملتزم پانچ سال ہو گئے ہوں۔ یعنی جو بھی تنظیم میں ذمہ داریاں دی جاتی ہیں وہ ساری ملتزم رفقاء کو ہی دی جاتی ہیں۔

سوال: تنظیم اسلامی میں مشاورت کا کیا نظام ہے؟

شجاع الدین شیخ: جس بیعت کو لوگ آمرانہ کہتے ہیں اسی بیعت کے نظام میں ذرا غور فرمائیے کہ مشاورت کے کتنے فورمز ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے مشاورت کا طریقہ ہے جس کا حکم قرآن میں ہے: ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪﴾ ”اور ان کا کام آپس میں مشورے سے ہوتا ہے۔“ (الشوریٰ 38)

نبی اکرم ﷺ تو اللہ کے رسول ہیں ان پر اللہ کی جانب سے وحی آتی تھی: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾ ”اور یہ (جو کچھ کہہ رہے ہیں) اپنی خواہش نفس سے نہیں کہہ رہے ہیں۔ یہ تو صرف وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔“ (النجم)

لیکن اس کے باوجود اللہ کی طرف سے حکم آتا ہے کہ: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ﴾ ”اور معاملات میں ان (صحابہ کرامؓ) سے مشورہ لیتے رہیں۔“ (آل عمران:159)

حضور ﷺ مشورہ اپنی ازواج سے بھی کرتے تھے۔ صلح حدیبیہ کا واقعہ ہمارے سامنے ہے کہ جب حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو احرام کھول دینے کا حکم دیا تو انہوں نے احرام نہیں کھولے۔ آپ ﷺ نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ ﷺ خود احرام کھول دیں سب احرام کھول دیں گے۔ آپ ﷺ نے یہی کیا تو سب نے احرام کھول دیے۔ بہرحال حضور ﷺ ازواج مطہرات، صحابہ کرام بالخصوص شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنھم سے مشورہ کرتے تھے۔ اس حوالے سے آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جس رائے پر ابوبکر وعمرؓ جمع ہو جائیں میں اس کے خلاف نہیں کرتا۔ مشاورت میں ایسی صورت حال بھی پیدا ہو جاتی تھی کہ حضور ﷺ کبھی اپنی رائے کو بھی چھوڑ دیتے تھے۔ غزوۂ اُحد کی مشاورت میں یہی ہوا کہ جب آپ ﷺ نے جوشیلے صحابہؓ کا جوش دیکھا تو آپ ﷺ اندر گئے اور ڈبل زرع پہن کر تشریف لائے۔ صحابہؓ نے محسوس کیا کہ پتا نہیں ہم نے غلط مشورہ تو نہیں دے دیا۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب پیغمبر نے ہتھیار سجا لیے تو اب اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ جنگ کیے بغیر ہتھیار کو اُتار دے۔ گویا حضور ﷺ نے اپنی رائے کو چھوڑ کر اپنے پیارے صحابہؓ کی رائے کو ترجیح دی۔ ہم جس بیعت کے نظام کی بات کرتے ہیں یہ حضور ﷺ کا عطا کردہ ہے۔ البتہ اسی آیت کریمہ جس میں حکم آیا کہ: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ﴾ اس سے آگے فرمایا: ﴿فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ﴾ ”پھر جب آپ فیصلہ کر لیں تو اب اللہ پر توکل کریں۔“ (آل عمران:159)

یعنی مشورہ ہوگا بھرپور ہوگا مگر اس کے بعد حضور ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ جب آپ فیصلہ کر لیں تو اللہ پر توکل کریں۔ اسی سے اہل علم نے یہ بات اخذ کی ہے کہ مشورہ تو سب لوگ دیں گے لیکن آخر میں یہ امیر کا اختیار ہے کہ وہ کس رائے پر فیصلہ کرے اور اس کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ ان آراء کے برعکس فیصلہ کر دے۔ کیونکہ بالآخر امیر کو فیصلہ کرنے کا اختیار ہے اور نظم وضبط بھی تب ہی قائم رہے گا۔ تنظیم اسلامی میں مشاورت کا کیا نظام ہے؟ اس حوالے سے میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے امیر حافظ عاکف سعید کراچی تشریف لائے اور ایک نجی ملاقات میں جو صرف پانچ منٹ کی تھی تین سوالات ان کے سامنے رکھے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کے یہ سوال اہم ہیں لہٰذا ہم کوشش کرتے ہیں کہ مرکزی شوریٰ میں اس پر بات ہو۔ میں اس بات کا گواہ ہوں ان تین سوالات پر ساڑھے سات گھنٹے شوریٰ میں گفتگو ہوئی۔ ایسا بھی ہوا کہ ایک عام رفیق تنظیم نے مرکز میں خط لکھا جس میں ایک سوال رکھا اور مشورہ دیا اور وہ خود ملک سے باہر چلے گئے۔ مگر اس کے مشورے پر تنظیم کی مجلس شوریٰ میں ڈھائی گھنٹے گفتگو ہوئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ فورمز تو موجود ہیں فورمز کے علاوہ بھی ایک عام رفیق تنظیم جب چاہے مشورہ دے سکتا ہے۔ البتہ کچھ فورمز ہمیں دستیاب ہیں۔ ایک اسرہ کا فورم ہے۔ یہ تنظیم اسلامی میں سب سے چھوٹا یونٹ ہے جہاں ایک نقیب ہوتا ہے جس کے ساتھ چند ساتھی ہوتے ہیں جن کو رفقاء کہا جاتا ہے۔ ان کا ایک ہفتہ وار اجتماع ہوتا ہے جس میں کم وبیش ڈیڑھ دو گھنٹے کا ایک سیگمنٹ مشاورت کا ہوتا ہے۔ یعنی گراس روٹ لیول پر بنیادی یونٹ میں مشورہ دیا

جاتا ہے۔ پھر اس سے اوپر علاقے میں مقامی تنظیم کا نظم ہے جس میں دس بارہ اُسرے شامل ہوتے ہیں۔ اِن اُسرہ جات کے نقباء اور مقامی تنظیم کے امیر کی ہر پندرہ دن بعد ملاقات ہوتی ہے جس میں باقاعدہ مشاورت ہوتی ہے۔ یہ مشاورت طے شدہ امور پر بھی ہوسکتی ہے اور اس کے علاوہ بھی کوئی مشورہ دینا چاہے تو اس کو بھی موقع ملتا ہے۔ اس کے اوپر حلقے کا نظم ہے۔ ہر حلقہ میں دس بارہ مقامی تنظیمیں ہوتی ہیں۔ ان مقامی اُمراء اور حلقے کے امیر کی ہر پندرہ دن یا مہینے بعد میٹنگ ہوتی ہے۔ اس میں بھی مشاورت ہوتی ہے۔ اس سے اوپر مرکز کی سطح پر امیر تنظیم اسلامی کا ایک مرکزی اُسرہ ہے جس میں ہمارے اکابرین، سینئر ترین لوگ اور مختلف شعبوں کے ناظمین شامل ہیں۔ ان کا بھی ہر ہفتے مشاورتی اجتماع ہوتا ہے۔ اسی طرح پھر ہماری ایک مرکزی شوریٰ ہے جس کا اجلاس ہر چار مہینے بعد ہوتا ہے۔ اس میں ایک طے شدہ ایجنڈے کے نکات پر بھی مشاورت ہوتی ہے اور کوئی اپنا مشورہ پیش کرے تو سردست وہاں یا آئندہ کی شوریٰ میں اس پر بھی مشورہ کیا جاتا ہے۔ بہرحال ایک عام رفیق بھی مشورہ دے سکتا ہے اور پھر ہمارے ان فورمز پر بھی مشورے دیے جاتے ہیں۔ البتہ جہاں تک ویٹو کا تعلق ہے تو امیر تنظیم کو اس کا حق حاصل ہے کیونکہ نظم وضبط کا تقاضا یہی ہے کہ ٹاپ پر اتھارٹی ایک کے پاس ہو۔ امیر تنظیم کو ویٹو کا حق حاصل ہونے کے باوجود بھی الحمدللہ! آج تک ہم نے ایسا ہی دیکھا کہ باہمی مشاورت کے بعد اگر کسی معاملے پر مزید مشاورت کی ضرورت ہوتی ہے تو پھر سے اجلاس بلایا جاتا ہے اور پھر یکسوئی حاصل ہوجانے کے بعد امیر تنظیم اسلامی کوئی فیصلہ کرتے ہیں۔ اصولی طور پر بیعت کے نظام میں آخری فیصلہ کرنے کا حق امیر تنظیم کو ہی حاصل ہوتا ہے البتہ وہ مشاورت کی روح کو سامنے رکھے اور ساتھیوں کو ساتھ لے کر چلے جیسے حضور ﷺ کو غزوۂ اُحد کے تناظر میں باقاعدہ قرآن میں کہا گیا کہ ان کو مشورے میں شامل رکھیے۔ الحمدللہ! اسی روح کو مدنظر رکھتے ہوئے تنظیم اسلامی میں مشاورت کے بعد فیصلے ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالسمیع: تنظیم اسلامی میں اس کے علاوہ بھی کچھ فورمز ہیں جیسا کہ ایک ہماری ایگزیکٹو لائن ہے جس میں سب سے اوپر امیر تنظیم ہیں۔ ان کے اُسرہ میں مرکزی ناظمین شامل ہوتے ہیں۔ پھر مرکزی ناظم اعلیٰ ہیں جو نظم کے ذمہ دار ہیں۔ ان کے آگے پھر نائبین ناظم اعلیٰ ہیں۔ پاکستان میں چار زونز ہیں جن کے چار نائب ناظم اعلیٰ ہیں۔ پھر مختلف حلقوں کے امراء ان کو رپورٹ کرتے ہیں۔ ان کا بھی ہر ماہ ایک اسرہ ہوتا ہے جس میں مشاورت ہوتی ہے۔ اسی طرح نیچے سے اسرہ کا نقیب، پھر مقامی امیر، پھر امیر حلقہ، ان کے بعد پھر نائبین ناظم اعلیٰ اور اس کے بعد پھر مرکزی اسرہ یہ ساری کی ساری ایگزیکٹو لائن ہے جو امیر تنظیم کو رپورٹ کر رہی ہے۔ پھر اس ایگزیکٹو لائن کا بھی ایک فورم ہے کہ ہر دو ماہ کے بعد یہ ملتے ہیں اور جو ایگزیکیوشن ہوتی ہے اس پر مشورے ہوتے ہیں۔ شوریٰ پالیسی کے معاملات کے لیے ہے یعنی اصولی معاملات کو شوریٰ میں زیر بحث لایا جاتا ہے۔ جبکہ عام معاملات کے لیے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کا معمول ہے کہ ان کو توسیع عاملہ میں بھیجنے کا حکم دیتے ہیں۔ ایک اور فورم توسیعی مشاورت کا ہے کہ تنظیم کا کوئی بھی رفیق چاہے وہ کل تنظیم میں شامل ہوا ہو اسے بھی اجازت ہوتی ہے کہ وہ اس میں آکر امیر تنظیم پر ذاتی تنقید بھی کرسکتا ہے اور کوئی مشورہ بھی دے سکتا ہے۔ سال میں ایک مرتبہ اس کا اجلاس ہوتا ہے۔

سوال: تنظیم اسلامی نظام خلافت کی داعی ہے۔ کیا ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنا کر یہ ثابت نہیں کیا کہ کل کلاں اگر تنظیم حکومت میں آئی تو وہ نظام خلافت کی بجائے ملوکیت کو آگے بڑھائے گی؟

خورشید انجم: سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ بیٹے کو جانشین بنانے کا سلسلہ ہمارے ہاں دینی حلقوں میں بھی چل رہا ہے۔ اس میں عمومی طور پر جانشین بڑا بیٹا ہوتا ہے لیکن تنظیم میں یہ معاملہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جب اپنے بیٹے کو جانشین بنایا تو اس کا باقاعدہ ایک پس منظر ہے جس کو لوگ نہ سمجھتے ہیں اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ فیصلہ 1994ء سے 1998ء تک چار سالہ مشاورت کے بعد ہوا ہے۔ اس چار سالہ دور میں ملتزم رفقاء کے ساتھ ایک مشاورت کا سلسلہ چلا ہے۔ اس میں بانی محترم نے ملتزم رفقاء کے سامنے مختلف سوالات رکھ کر درجہ بدرجہ ان کی آزمائش کی ہے اور اس کے بعد رفقاء کی مشاورت سے بڑے بیٹے کو نہیں بلکہ دوسرے بیٹے حافظ عاکف سعید کو نامزد کیا ہے۔ وہ اس وقت ناظم نشرواشاعت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے اور اس کے ساتھ مختلف ذمہ داریاں بھی ان کے پاس تھیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ کل اگر نظام خلافت آتا ہے تو اس کی امارت کے لیے بانی تنظیم اسلامی نے پورا ایک فکر دیا ہے۔ وہ کتابی صورت میں موجود ہے اور اسی کے مطابق جدید دور کے تقاضوں کو پورا کیا جائے گا۔ اس میں یہ نہیں ہوگا کہ باپ کے بعد بیٹا ہوگا جسے ملوکیت کہا جاتا ہے۔ البتہ اس کے لیے کچھ شرائط ہیں کہ انتخابات کس طرح ہوں گے، امیدوار کون ہوگا، ووٹر کی عمر کتنی ہوگی وغیرہ یہ ساری چیزیں بھی اس وقت مشورے کے ساتھ طے کرلی جائیں گے۔ لہٰذا ملوکیت کا تاثر نکالنا غلط ہے۔ ڈاکٹر صاحب یہ بھی بیان کرتے تھے کہ جماعتی سطح پر نظام کوئی اور ہوتا ہے جبکہ حکومتی سطح پر نظام اور ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جماعت نے ایک انقلاب لانا ہوتا ہے۔ جب قیادت کے اندر یکسوئی نہیں ہوگی اور وہ کوئی فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوگی تو انقلاب کا راستہ ہموار نہیں ہوگا۔ وہ مثال دیا کرتے تھے کہ جمہوری جماعتوں کے اندر بھی جب تحریک کا مسئلہ آتا ہے تو پھر وہاں آمریت آجاتی ہے۔ یعنی جماعتی سطح پر نظام کچھ اور ہوتا ہے اور حکومتی سطح پر نظام تبدیل ہوجاتا ہے۔

ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی: اس معاملے میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہاں سیکولر سیاسی جماعتوں میں موروثی سیاست پروان چڑھ رہی ہے۔ ہر جماعت کا سربراہ اپنے بیٹے یا بیٹی کو آگے لا رہا ہے اور اس پر کسی کو اعتراض بھی نہیں ہے۔ لیکن جہاں دین کا معاملہ آتا ہے تو فوراً انگلیاں اُٹھ جاتی ہیں۔ اگر یہ شجر ممنوعہ ہی ہوتا تو پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت اور تخت نہ دیا جاتا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت نہ دی جاتی۔ تو یہ شجر ممنوعہ والی بات نہیں ہے البتہ ہماری تاریخ میں چونکہ یزید کا معاملہ ایسا ہوگیا جس سے لوگوں نے یہی سمجھنا شروع کردیا کہ بیٹے کو جانشین نہیں بنانا چاہیے۔ لیکن اس حوالے سے اہلیت کا معیار دیکھنا چاہیے اگر بیٹا اہل ہے اور وہ اس قابل ہے تو یقیناً اس کو روکنا نہیں چاہیے۔

شجاع الدین شیخ: دنیا میں جب کسی بادشاہ کا انتقال ہوجاتا تھا تو اس کے بعد اس کا بیٹا بادشاہ بنتا تھا۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے سامنے یہ عنصر بھی سامنے تھا کہ یہ الزام بھی لگے گا، اس پر انگلی اٹھے گی، لیکن تنظیم کے بعض سینئر لوگوں نے یہاں تک کہا کہ آپ یہ دیکھیے کہ کیا آپ کا بیٹا اہل ہے اگر اہل ہے تو بیٹا ہونا کوئی نا اہلی نہیں ہے۔ اس سب کے باوجود انہوں نے طویل مشاورت کے بعد یہ فیصلہ کیا اور پھر خود 2002ء میں انہوں نے محترم حافظ عاکف سعید کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ پھر جب 2010ء میں ان کا انتقال ہوا ہے تو ظاہر ہے تب تک انہوں نے ایک مامور کی حیثیت میں یہ وقت گزارا ہے۔ لہٰذا یہاں

ہمیں معروف ملوکیت کے عناصر دکھائی نہیں دیں گے۔ دینی نقطۂ نظر سے مثالیں دیکھیں تو پیغمبروں نے اللہ سے یہی مانگا ہے کہ اولاد نیک ہو جو باپ کی نیکی کو جاری رکھے۔ ایک باپ کے لیے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے۔ جیسے حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ سے مانگا کہ اے اللہ! مجھے اولاد عطا فرمادے تاکہ تو نے نبوت کی جو نعمت مجھے عطا فرمائی ہے اس کا سلسلہ جاری رہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہی دعا کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب ایک تحریکی دور میں ایک انقلابی جماعت کو دین کو غالب کرنے کی جدوجہد کرنی ہے تو اس وقت کے میکانزم بھی مختلف ہوں گے اور اس کے معاملات بھی مختلف ہوں گے اور پھر جب ایک نظام حکومت قائم ہو جائے اور کسی کے پاس اختیارات آجائیں تو پھر میکانزم اور حالات مختلف ہوں گے۔ آج اگر کوئی ایک تنظیم کا امیر بنا دیا گیا اور اس پر ذمہ داری آگئی ہے تو یہاں کون سے مفادات اور اختیارات ملنے والے ہیں؟ کیا آج ایک اسلامی انقلابی جماعت کا امیر وہ مزے لے سکتا ہے جو ایک حاکم بن کر مزے لیے جاتے ہیں؟ اسلامی جماعت کے امیر کے لیے تو یہ بھاری ذمہ داری ہے۔

ڈاکٹر عبدالسمیع: ایک تاثر مفروضہ پر مبنی ہے کہ اگر کوئی امیر بن گیا تو وہ ڈکٹیٹر بن گیا۔ حالانکہ خود بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بارے میں، میں شاہد ہوں کہ میرے دل میں کوئی بات ہوتی تھی تو میں ان سے جا کر کہتا تھا۔ وہ اس پر غور کرتے تھے اور اگر اس میں وہ افادیت محسوس کرتے تھے تو چار چھ مہینے کے بعد وہ خود مشاورت میں لے کر آجاتے تھے اور پھر اس پر ساتھیوں کی رائے آتی تھی۔ پھر وہ اپنا فیصلہ فرماتے تھے۔ حالانکہ وہ خود جلالی مزاج کے آدمی تھے لیکن الحمدللہ! ان کے اندر آمریت نہیں تھی۔ جہاں تک حافظ عاکف سعید کا معاملہ ہے تو انہوں نے مشاورت کو تنظیم کے اندر جس طرح رواج دیا ہے شاید اس کی مثال کہیں نہ ملے۔ اگر شوریٰ کے ایجنڈے میں چار نکات ہیں تو ان کی ہدایت یہ ہے کہ کھل کر اس پر بحث کی جائے، بے شک ایک ہی نکتہ پر بات ہو۔ باقی نکات اگلے اجلاس میں چلے جائیں گے۔ یہ وہ وسعت ہے جو انہوں نے شورائیت کے نظام کو دی ہے۔ بانی تنظیم اور امیر تنظیم میں بڑا فرق ہے۔ بانی محترم ہم سب کے استاد، مربی، لیڈر اور محسن تھے، انہوں نے ہمیں دین کا فکر سمجھایا اور ہمیں حب دنیا سے نکال کر دین کا شعور دیا اور ہمیں اس راستے پر ڈالا۔ وہ کوئی بات کہتے تھے تو اس کا ہمارے دل پر جلدی اثر ہو جاتا تھا اور ہم جلدی کنونس ہو جاتے تھے۔ اس کے مقابلے میں حافظ عاکف سعید نے جس وسعت کا ثبوت دیا ہے کہ ایک ایک رفیق چار مرتبہ روسٹرم پر آکر اپنی رائے دیتا رہا ہے اور اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے بھی تبصرہ کرتا رہا ہے اور امیر محترم نے اس کو کبھی نہیں ٹوکا۔ بانی تنظیم نے جانشینی کے لیے چار سال جو مشاورت کی وہ بھی اس طرح ہوئی کہ 1995ء میں انہوں نے پہلا ملتزم رفقاء کا اجلاس بلایا اور ان کے سامنے یہ سوال رکھا کہ چونکہ میں نے اس دنیا کو چھوڑ کر جانا ہے لہٰذا اس پر مشاورت ہونی چاہیے کہ آئندہ کے لیے نظام کیا ہو؟ آئین کا شورائی نظام ہو، جمہوری نظام ہو یا بیعت کا نظام ہو؟ تو تنظیم کے رفقاء کی 99 فیصد حاضری نے کہا کہ بیعت کا نظام ہونا چاہیے۔ پھر انہوں نے دوسرا سوال پوچھا کہ کیا میں دستور کی روشنی میں اپنا جانشین نامزد کرسکتا ہوں یا پھر شوریٰ اس کا انتخاب کرے؟ تو وہاں بھی ایک بڑی عظیم اکثریت نے کہا کہ آپ خود منتخب کریں۔ تیسرا سوال تھا کہ منتخب کرکے میں اس کا اعلان کروں یا اس کو ایک وصیت کی حیثیت سے کسی جگہ محفوظ کردوں؟ تو اکثریت نے یہ رائے دی کہ آپ اس کا اعلان کردیں۔ اگرچہ میں نے پھر تنہائی میں جا کر ان کو مشورہ دیا کہ آپ اعلان نہ کریں کیونکہ آپ ہمیں اتنا حاجی نہ سمجھیں۔ اس لیے کہ آپ ہم میں سے کسی کو منتخب کریں گے اور پھر آپ نے تبدیل کرنے کا بھی حق رکھا ہوا ہے تو پھر ہم پر کوئی ہارٹ فیلنگ نہیں ہوگی۔ الحمدللہ! انہوں نے میری اس رائے کو مانا اور اعلان نہیں کیا بلکہ ایک وصیت کے طور پر اس کو محفوظ رکھا۔ یہ کرنے کے بعد پھر آپ نے کہا کہ پہلے مجھے نائب امیر کے لیے رائے دیں۔ اس رائے کے نتیجے میں انہوں نے ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو نائب امیر منتخب کرنے کا اعلان کردیا اور انہوں نے کام بھی کرنا شروع کردیا۔ پھر کہا کہ امیر کے بارے میں رائے دیں، پھر لوگوں نے رائے دی۔ اس کو پھر انہوں نے ایک وصیت کی حیثیت سے رکھا۔ تین سال کے بعد پھر اجلاس بلایا اور پھر ہم سے رائے مانگی۔ اس دفعہ انہوں نے مشورہ بڑا دلچسپ طریقے سے کیا کہ جو بھی آراء آئیں ان میں سے ٹاپ کے چھ حضرات کے بارے میں اعلان کردیا کہ ان کے بارے میں سب سے زیادہ آراء آئی ہیں اور اب یہ اپنا ایک موقف پیش کریں گے۔ میں بھی ان چھ حضرات میں شامل تھا۔ پھر ہمیں ایک پرفارما دیا گیا جس میں ہم سے اپنی تعلیم، خاندان، معاش اور تنظیمی ذمہ داری وغیرہ کے حوالے سے تعارف مانگا گیا۔ ہم نے وہ پرفارما پُر کرکے دیا۔ پھر ہمیں ایک ایک کرکے سٹیج پر بلایا گیا اور تقریر کرنے کا موقع دیا گیا۔ ہر تقریر کرنے والا اپنے سے پہلے والے کی تقریر نہیں سن سکتا تھا۔ البتہ اپنی تقریر کرنے کے بعد وہ سن سکتا تھا۔ پھر اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے ان چھ ناموں پر غور و فکر کیا۔ مزید ماہنامہ میثاق میں اعلان کیا گیا کہ اس حوالے سے مزید کوئی رائے دینا چاہے تو ضرور دے۔ اس کے چھ ماہ بعد بانی تنظیم نے حافظ عاکف سعید کا انتخاب کیا۔ بہرحال چونکہ میں بھی ان امیدواروں میں شامل تھا لیکن میں دیانتداری کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر یہ ذمہ داری مجھے دی جاتی تو میں شاید اتنے احسن طریقے سے اس ذمہ داری کو نہ نبھا سکتا جس قدر احسن طریقے سے حافظ عاکف سعید نبھا رہے ہیں۔ کیونکہ جو تحمل اللہ تعالیٰ نے حافظ عاکف سعید کو عطا کیا ہے وہ شاید میرے اندر نہیں ہے اور امارت میں تحمل بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ ایک امیر responsible ضرور ہو لیکن وہ Reactive نہیں ہونا چاہیے یعنی وہ کڑوی اور نرم باتیں سنے، اس کے بعد ٹھنڈے دل سے غور و فکر کرنے کے بعد فیصلہ کرے۔ الحمدللہ! یہ صلاحیت ان کے اندر موجود ہے۔

سوال: کیا موجودہ امیر نے فکر تنظیم میں کسی نوع کی کوئی تبدیلی کی ہے؟

شجاع الدین شیخ: ماضی کے کچھ واقعات کے تناظر میں یہ بڑا اہم سوال ہے۔ میں اس کا برملا اظہار کرتا ہوں کہ جس فکر کو ہم نے ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے لیا، سمجھا، پڑھا اور پھر بیان بھی کیا اور اب بھی بیان کر رہے ہیں، الحمدللہ! ہمیں اس میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ اس کے دو دلائل میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ منتخب نصاب نمبر 1 جس کے سورۃ العصر سے لے کر سورۃ الحدید تک چھ حصے ہیں۔ اس کو عوام الناس میں قرآنی دعوت کو عام کرنے، لوگوں کے سامنے دین کا جامع تصور واضح کرنے، ہماری دینی ذمہ داریوں کو واضح کرنے، ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا عملی لائحہ عمل واضح کرنے اور یہ جذبہ ابھارنے کے لیے کہ ہم ایک اجتماعیت اختیار کرکے ان دینی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی کوشش کریں ہمارے تمام بزرگوں نے بارہا بیان کیا، محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بارہا بیان فرمایا۔ کتابی شکل میں بھی موجود ہے، مختصر بھی ہے، تفصیلی بھی ہے، آڈیو، ویڈیو میں بھی ہے، حتیٰ کہ peace TV پر بھی اس کے مختلف دروس ماضی میں بھی چلتے رہے اور اب بھی چل رہے ہیں۔ الحمد للہ! یہ تنظیم اسلامی کی بنیادی فکر ہے جو قرآن پر کھڑی ہے۔ یہ منتخب نصاب ماضی میں بھی بیان ہوتا رہا، آج بھی بیان ہو رہا ہے۔ آج تک اس میں کوئی فرق نہیں آیا۔ پھر بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے جو فکر کی بنیادیں ہمیں قرآن سے عطا فرمائیں اور اس کے

گوشے جو مزید واضح کیے ہیں وہ ان کے مختلف خطابات میں شامل ہیں۔ وہ خطابات سلسلہ اشاعت تنظیم اسلامی کے تحت کتابچے کی شکل میں موجود ہیں جن کی اس وقت کم وبیش تعداد دس ہے اور ان میں مزید اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ وہ کتابچے محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دور میں بھی اسی عنوان کے تحت شائع ہو رہے تھے اور محترم حافظ عاکف سعید کی امارت میں اب تک شائع ہو رہے ہیں۔ کسی ایک کتابچے کو بھی روکا نہیں گیا اور نہ ہی ڈاکٹر صاحب کے فکر کے حوالے سے ہمیں کہا گیا کہ ڈاکٹر صاحب کے فلاں کتابچے یا خطاب کو بیان نہ کیا جائے وغیرہ۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔ جو فکر کی بنیاد بانی تنظیم دے گئے اس کے دو اصل بنیادی سورسز میں نے آپ کے سامنے رکھ دیے، ان میں کسی لفظ کا کوئی فرق واضح نہیں ہوا۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل غلط ہوگا کہ امیر تنظیم حافظ عاکف سعید نے تنظیم کے فکر کو بدل دیا۔

ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی: فکر جیسا ہے من وعن ویسا ہی انہوں نے پیش کیا ہے بلکہ میری رائے ہے کہ انہوں نے ساتھ اس فکر کے اندر توازن اور اعتدال بھی پیدا کیا۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ بانی محترم نے جو اقامت دین کی گھن گرج لوگوں کے ذہنوں میں اتاری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس سے تعلق مع اللہ کی کیفیت کم ہو جائے۔ لہٰذا انہوں نے اس فکر میں یہ توازن پیدا کیا ہے کہ ہمیں اللہ کے ساتھ ذاتی تعلق اور رجوع بڑھانا چاہیے۔ انہوں نے اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ بعض لوگوں نے غلط طور پر یہ سمجھا کہ شاید وہ فکر سے ہٹ گئے ہیں۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ توازن واعتدال پیدا کر رہے ہیں تاکہ ''رات کے راہب اور دن کے شہسوار'' کی جو کیفیت صحابہ کرامؓ کی تھی اُس کو ممکن حد تک اپنایا جا سکے۔ ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں رات کے راہب کی کیفیت میں کمی ہو جائے اور صرف دن کے شہسوار والا معاملہ ہی رہ جائے۔ اس حوالے سے انہوں نے قرار داد تاسیس کو بھی بڑا ہائی لائٹ کیا ہے اور بنیادی فکر کو بھی رفقاء کے سامنے اپنے لیکچرز کی صورت میں پیش کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالسمیع: ڈاکٹر طاہر خاکوانی نے جو بات کہی ہے میں اس حوالے سے واضح کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بھی کوئی حافظ عاکف سعید کی اختراع نہیں ہے۔ اس لیے کہ ڈاکٹر صاحب کی بنیادی تحریروں میں ایک تحریر: ''اسلام کی نشاۃ ثانیہ: کرنے کا اصل کام'' ہے۔ اس میں ڈاکٹر صاحب نے دو اور دو چار کی طرح یہ بات واضح کی ہے کہ جب تک دین کا روحانی پہلو تنظیم کے ذمہ داران اور رفقاء میں نہیں آئے گا اس وقت تک اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

خورشید انجم: ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب ''تحریک جماعت اسلامی: ایک تحقیقی مطالعہ'' میں ایک پالیسی کا ذکر کیا۔ دوسرا جس کمی کا ذکر کیا وہ یہ تھا کہ للّٰہیت، تعبدی امور، اللہ کے ساتھ ایک تعلق، تعلق مع اللہ کی کیفیات اور روحانی کیفیات کی کمی جماعت کے اندر پائی جاتی تھی۔ بانی محترم نے خود بھی اس کی کوشش کی ہے لیکن چونکہ ان کی دعوتی اور خارجی سرگرمیاں اتنی زیادہ تھیں کہ وہ تنظیمی امور کو زیادہ وقت نہیں دے سکتے تھے۔ اس وجہ سے ایک موقع پر انہوں نے پانچ افراد کو متعین کر دیا تھا کہ انتظامی طور پر آپ جو فیصلہ کر لیں وہ مجھے قبول ہوگا۔ جبکہ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے داخلی استحکام پر زیادہ زور دیا ہے اور اس حوالے سے انہوں نے کچھ اقدام کیے ہیں۔ جیسے مدرسین کے حوالے سے کچھ حدود و قیود کو وضع کرنا کہ انہوں نے کیا بیان کرنا ہے، کس طرح بیان کرنا ہے۔ کوئی ضابطہ اخلاق ہے یا نہیں یا مسند درس پر بیٹھ کر جو چاہے بیان کر دے۔ ان چیزوں کا انہوں نے نوٹس لیا ہے۔ اسی طرح امراء اور نقباء کے لیے کچھ کورسز ترتیب دیے ہیں۔ ان چیزوں پر انہوں نے توجہ دی ہے اور ان چیزوں کو متوازن کرنے کی کوشش کی ہے۔

سوال: ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی شخصیت ہمہ جہت تھی۔ وہ اعلیٰ پائے کے خطیب تھے، اُن کی گفتگو میں منطق اور دلائل ہوتے تھے۔ حالات حاضرہ پر اُن کی گہری گرفت تھی۔ کیا اب آپ اس حوالے سے خلا محسوس نہیں کرتے؟

ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی: اس میں کوئی شک نہیں کہ بانی محترم رحمہ اللہ جیسی شخصیات زمانے میں بہت عنقا ہیں اور صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ انہوں نے جو فکر پیش کیا اس کے بارے میں یہ بھی نہیں کہا کہ یہ میرا اپنا فکر ہے بلکہ اپنے آٹھ ذرائع گنوائے کہ میں نے ان ذرائع سے سیکھا ہے۔ یہ بھی ان کی عظمت کی ایک نشانی ہے۔ پھر حالات حاضرہ میں وہ بہت دور اندیش تھے یعنی آنے والے حالات کے بارے میں بہت جانتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی آنے والے حالات کے بارے میں جو پیشن گوئیاں تھیں ان کو عام کرنے کا آغاز بھی انہوں نے کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ آج جب حالات اس نہج پر جاتے ہوئے نظر آ رہے ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں ڈاکٹر اسرار احمد یاد آتے ہیں۔ یعنی آج کی ان کی عظمت مزید آشکار ہو رہی ہے۔ یقیناً ایسی شخصیات کے جانے کے بعد فطری طور پر بہت بڑا خلا محسوس ہوتا ہے۔ چراغ جب جلتا ہے تو اس کے نیچے اندھیرا ہوتا ہے یعنی کچھ نہ کچھ ایک فرق ضرور پڑتا ہے۔ لیکن ان کے جانے کے بعد امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید اور ان کی ٹیم نے ایک منظم انداز میں اس کام کو آگے بڑھایا ہے۔ بانی محترم کے دور میں تنظیم کے رفقاء کی تعداد ڈھائی تین ہزار تھی اور اب الحمد للہ! دس ہزار سے زیادہ ہے۔ تو یہ ہمارے پاس ایک دلیل ہے ڈاکٹر صاحب ایک شخصیت کے طور پر تو بہت بلند تھے لیکن بعد میں ان کی ٹیم نے بھی عمدہ کام کیا۔

ڈاکٹر عبدالسمیع: اقبال مرحوم نے ایک قائد کے تین اوصاف گنوائے ہیں۔

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

ان تینوں صفات میں سے پہلی صفت میں بانی محترم کا مقام بہت بلند تھا۔ ہم میں سے کوئی بھی شاید ان کے اس مرتبہ تک نہ پہنچ سکے۔ البتہ باقی دو صفات میں حافظ عاکف سعید بانی تنظیم سے آگے ہیں کیونکہ ہماری مشاورت ایسے انداز میں ہوتی ہے جس میں تمام ایشوز زیر بحث آ جاتے ہیں۔ ہمارے مرکزی اسرہ میں شامل سینئر لوگ ملکی و بین الاقوامی حالات سے آگاہی رکھتے ہیں اور امیر تنظیم اسلامی ان سے ملکی وعالمی حالات پر مشاورت کرتے ہیں۔ گویا بانی تنظیم نے جو کام شروع کیا تھا وہ اب ایک ٹیم ورک کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

شجاع الدین شیخ: کسی نے خوب کہا کہ کچھ سانچے اللہ نے خاص بنائے تھے۔ جس سانچے میں حسن البناء شہید بنائے گئے وہ ختم ہو گیا، جس سانچے میں سید مودودی بنائے گئے وہ ختم ہو گیا، جس سانچہ میں ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ بنے تھے وہ ختم ہو گیا۔ البتہ یہ شخصیات اپنی ذات میں انجمن ہوا کرتی ہیں۔ ان کے ساتھ عقیدت اور محبت کا اصل تقاضا ان کے کام کو آگے بڑھانا ہے اور تنظیم اسلامی ان کے مشن کو آگے بڑھا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ جو بہت سارے گوشے اللہ نے ان کی ذات میں مجتمع فرما دیے تھے۔ اب تنظیم اسلامی کے رفقاء کا کام ہے کہ وہ ان پہلوؤں کے اعتبار سے کام کو آگے بڑھانے کی کوشش کریں۔ اب ہمارے پاس ڈاکٹر صاحب کی آواز، جوش وولولہ اور ان کی گھن گرج تو نہیں آ سکتی مگر وہ اللہ کا بندہ ہمیں کرنے کا جو کام دے گیا وہ ہمارے پاس ہے۔ الحمد للہ! اس کے لیے تنظیم اسلامی کے مدرسین کی بڑی تعداد بانی محترم کے انداز میں ان کے مشن کو آگے لے کر چل رہی ہے۔ اسی

طرح اقامت دین کے لیے اجتماعیت کا قیام جس کے لیے انہوں نے اپنی پوری زندگی لگادی اب یہ تنظیم اسلامی کے رفقاء کا کام ہے کہ وہ ان مختلف جہتوں کے اعتبار سے ٹیم ورک کے انداز سے بات کو آگے بڑھائیں۔ سچی بات یہ ہے کہ اس اعتبار سے تو ایک خلا ہے۔ البتہ میں اپنا ایک ذاتی تاثر بھی شیئر کروں گا۔ ہمارے بزرگوں کے لیے یہ سعادت کی بات ہے کہ انہیں براہ راست بانی تنظیم اسلامی سے سیکھنے کا موقع ملا لیکن ہم جیسے لوگوں کو جو بعد میں تنظیم اسلامی میں شامل ہوئے ان سے بالمشافہ زیادہ استفادہ نہیں کرسکے۔ ہمارے لیے جو سب سے بڑا ذریعہ ہے وہ ان کے وڈیو کلپس ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر بہت بڑا احسان رہا کہ جب میڈیا پر آنے کے حوالے سے فقہی طور پر فتویٰ دستیاب نہیں تھا بلکہ حرام ہی کہا جاتا تھا، اس دور میں اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ کام لے لیا۔ اگر اس کو عقیدت کی جذباتیت نہ سمجھا جائے تو میرے لیے وہ ایک اعتبار سے زندہ ہیں۔ اس وقت جو ملکی و عالمی حالات ہیں ان کے بارے میں جس طرح وہ کلام فرماتے تھے جب ہم ان کے وڈیو کلپس دیکھتے ہیں تو لگتا ہے کہ ابھی ہمارے سامنے موجود ہیں اور خطاب کررہے ہیں۔ ہمارے پاس ان کا مواد موجود ہے جس سے ہم ان کے خلا کو پورا کرنے کی کوشش کرسکتے ہیں۔

خورشید انجم: داعی اول کا کوئی متبادل نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر اسرار احمد، مولانا مودودی، حسن البناء وغیرہ ان سب کا کوئی متبادل نہیں ہے۔ اور بڑے پیڑ کے نیچے چھوٹے پودے بڑھ بھی نہیں پاتے۔ اب ڈاکٹر صاحب کے لیول کی شخصیت نہیں آسکتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کے نزدیک حالات حاضرہ صرف حالات حاضرہ نہیں تھے۔ ڈاکٹر صاحب اس کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ میں قرآن وحدیث کی دو آنکھوں سے اس کو دیکھتا ہوں، یہ قرآن وحدیث میری آنکھوں کا نور ہے۔ وہ تطبیق اور انطباق قرآن وحدیث سے کرتے تھے۔ چنانچہ وہ اپنی تقریر میں پہلے آیات پڑھتے تھے اور ان آیات کے حوالے سے پھر ان کا انطباق کرتے تھے۔ یعنی قرآن وحدیث سے حالات حاضرہ کے حوالے سے جو راہنمائی ملتی ہے وہی وہ اخذ کرتے تھے۔ لہٰذا حالات حاضرہ میں اور ڈاکٹر صاحب کے حالات حاضرہ میں یہ بنیادی فرق ہوتا تھا۔

سوال: کیا اقامت دین کی جدوجہد ہر مسلمان کی اہم ترین ذمہ داری نہیں ہے؟

ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی: ہماری رائے یہ ہے کہ علماء کا یقیناً بہت بڑا مقام ہے۔ ان کی مدد اور دعاؤں کے بغیر اقامت دین کا کام کرنا بہت مشکل ہے۔ تنظیم اسلامی یہ سمجھتی ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق اقامت دین کی کوشش کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

شجاع الدین شیخ: ہر ایک حیثیت کے مطابق یہ کام کرنا ہے۔ ہر ایک کے دائرہ کار میں بھی فرق ہے کیونکہ امت میں مرد بھی موجود ہیں اور عورتیں بھی موجود ہیں۔ جو ذمہ داری مردوں پر ڈالی گئی ہے یقیناً وہ ذمہ داری عورتوں پر نہیں ڈالی گئی۔ پھر اسی طرح استطاعت اور استعداد کا بھی فرق ہے۔ جیسے اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے وہ اسے اپنے ہاتھ (طاقت) سے بدلے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے (منع کرے) اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو و دل سے (برا جانے)، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''
لہٰذا علم، قدرت، استطاعت اور دائرہ کار کے اعتبار سے فرق تو ہوگا لیکن فرضیت کے اعتبار سے یہ ذمہ داری ہر ایک پر عائد ہوتی ہے۔ بعض طبقات کی طرف سے یہ بات آتی ہے کہ آپ تنظیم اسلامی والے زیادہ جذبات میں آکر خلافت اور اقامت دین کی کوئی زیادہ ہی بات کرلیتے ہیں۔ علماء سے تم نے بات کبھی سنی نہیں۔ یہ آخری جملہ درست نہیں ہے۔ البتہ علماء اور فقہاء اپنی اپنی اصطلاحات میں بات کرتے ہیں، اگر وہ باتیں اردو میں ہمارے عوام کے سامنے آجائیں تو عوام سر پکڑ کر بیٹھ جائیں کہ یہ اتنا بڑا فرض ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نظام خلافت کا قیام اتنا اہم فریضہ ہے کہ اس کے بغیر نہ مسلمانوں کی دنیا بن سکتی ہے اور نہ آخرت سنور سکتی ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خلافت ہی کیا؟ وہ تمام امور جن کو انجام دینا رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری تھی اب ان کی نیابت کرتے ہوئے ان تمام امور کو انجام دینا یہ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ فقہاء ایک اصول بیان کرتے ہیں کہ مقدمۃ الواجب واجبۃ، یعنی فرض، واجب عمل سے قبل اس کی جو شرط ہے، وہ بھی فرض ہوجاتی ہے۔ مثال کے طور پر نماز ادا کرنا فرض ہے لیکن نماز کے لیے وضو شرط ہے۔ یعنی وضو کے بغیر انسان نماز کے لیے کھڑا نہیں ہوسکتا۔ اب اللہ اپنے کلام میں کہتا ہے کہ نماز قائم کرو تو میں وضو بھی کروں گا تاکہ نماز قائم کرسکوں۔ اللہ قرآن میں کہتا ہے کہ سود کے دھندے کو چھوڑ دو ورنہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کے لیے تیار ہوجاؤ۔ اللہ قرآن میں کہتا ہے کہ جن کو ہم اختیار اور اقتدار عطا کریں گے وہ نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کریں گے۔ زکوٰۃ کی وصولی کا ذمہ دار پورا اجتماعی نظام ہوگا۔ اللہ کہتا ہے کہ ڈاکوؤں، چوروں، زانی کی سزا یہ ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ قصاص میں تمہیں قاتل کو قتل کرنا ہوگا۔ یہ آپ اور میں اکیلے اکیلے کیسے کرسکتے ہیں۔ لہٰذا جب تک کہ حکومت الٰہیہ یا نظام خلافت یا شریعت اسلامیہ کا نفاذ نہیں ہوگا تب تک میں ان احکامات پر عمل نہیں کرسکتا۔ جیسے ان احکامات پر عمل کرنا لازم ہے تو وہ نظام خلافت جس کے بغیر یہ کام نہیں ہوسکتا، اس کی جدوجہد کرنا بھی فرض ہوگی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حکمران دین کو نافذ نہیں کرتے تو ہم کیا کریں۔ دین کے معاملے میں عذر قابل قبول نہیں۔ اگر لوگ دنیوی اشیاء پانی، بجلی، گیس کے حصول کے لیے حکمرانوں پر تنقید کرسکتے ہیں، ان کے خلاف جلوس نکال سکتے ہیں تو اپنے ایمان کو بچانے، آخرت کو سنوارنے اور دین کو قائم کرنے کے لیے حکمرانوں کے خلاف ایسا کیوں نہیں کرسکتے۔ یہی تنظیم اسلامی کی دعوت ہے کہ خود اللہ کے بندے بنو، دوسروں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دو اور اللہ کی بندگی پر مبنی نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرو۔ علماء کے حوالے سے کرنے کا اصل کام یہی ہے۔ اس کی میں مثال دے دوں۔ 14 اپریل 2010ء کو محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ انہی دنوں میں لاہور میں جامعہ اشرفیہ میں پورے ملک کے تقریباً ڈھائی سو علماء کا اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کے آخر میں جو انہوں نے اعلامیہ جاری کیا جس کو مفتی تقی عثمانی نے تحریر کیا تھا اور علامہ زاہد الراشدی نے کئی مرتبہ اس کو اخبارات میں شائع بھی کیا اس متفقہ اعلامیہ کے دو نکات میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

1۔ پاکستان کے جو بھی اندرونی و بیرونی مسائل ہیں ان کی اہم ترین وجہ یہ ہے کہ ہم نے یہاں اللہ کی شریعت کو نافذ نہیں کیا جس کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔

2۔ اب ہماری دینی وسیاسی جماعتوں اور عوام کی ذمہ داری ہے کہ ایک غیر مسلح، پرامن تحریک شریعت کے نفاذ کے لیے برپا کریں۔ یہ دیوبند مکتب فکر کے علماء کا متفقہ اعلامیہ ہے جو ریکارڈ پر موجود ہے۔

دوسری مثال: یہ 2018ء کی گواہی ہے۔ ڈیڑھ دو برس پہلے پاکستان کے مقتدر اداروں نے ریاست کے حوالے سے ایک بیانیہ حاصل کرنے کی کوشش کی اور علماء سے بھی رائے لی گئی۔ پھر ریاستی اداروں کی طرف سے علماء کے کچھ اجلاس پاکستان کے معروف شہروں میں منعقد کیے گئے۔ ایک اجلاس صوبہ سندھ کی سطح پر کراچی میں ہوا جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء شریک ہوئے، ان میں مفتی تقی عثمانی کا خطاب تقریباً پچیس منٹ کا تھا اور وہ انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ اس خطاب میں مفتی صاحب نے تین باتیں

بیان کی تھیں۔ دوسری بات یہ تھی کہ ہمارے پاس ایک آئینی راستہ موجود ہے، وفاقی شرعی عدالت بھی موجود ہے۔ آپ لوگ جائیں اور وہاں پر شریعت کے احکامات کے نفاذ کے حوالے سے بات رکھیں کہ سود اور بے حیائی وغیرہ کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ الحمدللہ! تنظیم اسلامی نے یہ کام بھی کیا ہے۔ سود کے خاتمے کے لیے کتنے برسوں سے پٹیشن کو فالو کر رہے ہیں، بے حیائی کے خاتمے کے لیے قاضی حسین احمد مرحوم نے جو پٹیشن دائر کی تھی ہم آج تک اس کی پیروی کر رہے ہیں مگر نتیجہ ابھی تک کچھ نہیں نکلا۔ مفتی صاحب نے تیسری بات علماء سے فرمائی کہ میرا سوال آپ سے ہے کہ کیا ہم علماء نے کوئی تحریک پاکستان میں شریعت کے نفاذ کے لیے چلائی؟ اس کے بعد انہوں نے تاریخ کی گواہیاں پیش کیں اور کہا کہ میری صاف گوئی کو معاف کیجیے گا! اب حکومتوں کو بھی بات سمجھ میں آ گئی ہے کہ جو تگڑا جوتا لے کر آتا ہے حکومت اسی کی بات مانتی ہے۔ لہٰذا اب ضرورت ہے کہ ہم کوئی تحریک برپا کریں۔ ہم نے ختم نبوت کی تحریک چلائی، سڑکوں پر بھی چلی، پھر عدالت نے بھی فیصلہ دیا، پارلیمنٹ میں کارگزاری مکمل ہوگئی اور قادیانیت کے خلاف ہم نے فیصلہ حاصل کیا۔ کیا ہم تحریک چلا کر پاکستان میں شریعت کی بات نہیں کر سکتے؟ بہرحال ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ نفاذ دین کی جدوجہد، اس کے لیے محنت اور عوامی سطح پر پرامن، منظم اور غیر مسلح تحریک کی جو بات ڈاکٹر اسرار احمدؒ اسی کی دہائی سے کہتے آئے تھے آج علماء اسی کی بات کر رہے ہیں۔ ہم اللہ کا شکر ادا کریں کہ تنظیم اسلامی صحیح نہج پر چل رہی ہے جس سے علماء کرام کے ان حوالوں سے اتفاقات سامنے آ رہے ہیں۔

پریس ریلیز 22 نومبر 2019ء

اسرائیل فلسطین میں اور بھارت کشمیر میں ظلم وستم کی یکساں پالیسی اپنائے ہوئے ہیں

عرب اور پاکستان کے حکمران اور عوام سب خاموش تماشائی بنے اپنے مسلمان بھائیوں پر ہوتا ظلم اور اُن کی بے بسی دیکھ رہے ہیں لیکن ٹس سے مس نہیں ہو رہے

حافظ عاکف سعید

اسرائیل فلسطین میں اور بھارت کشمیر میں ظلم وستم کی یکساں پالیسی اپنائے ہوئے ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ بھارت کے میجر جنرل (ر) ایس پی سنہا کا ایک نیوز چینل پر یہ مشورہ دینا کہ کشمیری مردوں کو قتل کرنا اور عورتوں کا ریپ کرنا کشمیر میں بطور ہتھیار استعمال کیا جائے' دہشت گردی کی بدترین شکل ہے۔ اِس بیان سے ہندوؤں کا اصل چہرہ بے نقاب ہوگیا ہے۔ بھارتی جنرل (ر) نے ایسا بیان دے کر انسانیت کو شرمسار کیا ہے اور اخلاقیات کا جنازہ نکال دیا ہے۔ اُدھر اسرائیل نے گزشتہ چند دنوں میں بتیس (32) فلسطینیوں کو شہید کر دیا ہے اور سینکڑوں کو زخمی کر دیا ہے۔ عرب اور پاکستان کے حکمران اور عوام سب خاموش تماشائی بنے اپنے مسلمان بھائیوں پر ہوتا ظلم اور اُن کی بے بسی دیکھ رہے ہیں لیکن ٹس سے مس نہیں ہو رہے۔ امریکہ نے بھی مغربی کنارے پر یہودی آبادکاریوں کو جائز قرار دے کر اپنے آئندہ عزائم کا اظہار کر دیا ہے۔

پاکستان کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ سیاسی عدم استحکام بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق اقتدار کے ایوانوں میں محلاتی سازشیں اپنے عروج پر ہیں۔ دھرنے کے خاتمے کے باوجود حالات پُرسکون ہوتے نظر نہیں آتے۔ مقتدر قوتوں اور حکومتی اتحادیوں کا حکومت کے ساتھ ایک پیج پر نہ ہونے کی افواہیں گرم ہیں۔ ایسی صورت میں پاکستان کشمیریوں کی مدد کیسے کر سکے گا۔ اُنھوں نے کہا کہ سیاسی دھرنے کو جواز فراہم کرنے کے لیے نبوی دور سے مثالیں لانا قابل مذمت ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ نہ تو حکومت ریاست مدینہ کی طرف ایک قدم بڑھانے کو تیار ہے اور نہ ہی اسلامی جماعتیں نفاذِ شریعت کے لیے تحریک برپا کرنے کو تیار ہیں بلکہ اپنے اپنے سیاسی اور جمہوری مقاصد کے حصول کے لیے مال وجان کی بازی لگا رہی ہیں۔ نظریہ پاکستان کیا تھا اور اُسے عملی تعبیر دینے کے لیے ہمیں کیا کچھ کرنا ہوگا اِس پر غور وفکر کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے، جبکہ اقتدار کی رسہ کشی زور وشور سے جاری ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن — دعائے مغفرت

☆ حلقہ کراچی وسطی، قرآن مرکز جوہر کے ملتزم رفیق جناب وجیہ القمر وفات پا گئے۔ برائے تعزیت (والد): 0333-2337006

☆ تنظیم اسلامی ساہیوال کے رفیق ڈاکٹر محمد نعیم بیگ کی والدہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0300-9699433

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلستان جوہر 1 کے نقیب جناب وجاہت ولی خان اور ناظم دعوت جناب دانش ولی خان کی والدہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0321-3774690

☆ حلقہ کراچی شمالی، شادمان کے رفیق جناب توقیر کی والدہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0342-2889958

☆ حلقہ کراچی شمالی، ناظم آباد کے رفیق جناب عبدالرب کے والد وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0333-2114228

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور غربی کے رفیق ڈاکٹر راشد پرویز کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0300-5933944

☆ حلقہ پنجاب شرقی، مروٹ کے رفیق محمد طلحہ کے پھوپھا ٹریفک حادثہ میں وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0300-5089338

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

ایڈریس اور فون نمبر کی تبدیلی

دفتر حلقہ فیصل آباد، قرآن اکیڈمی سے عبداللہ پور شفٹ ہو گیا ہے۔ نیا ایڈریس درج ذیل ہے:
دفتر تنظیم اسلامی حلقہ فیصل آباد، ملک مارکیٹ (سابقہ ملک سائزنگ) عبداللہ پور، جھمرہ روڈ، فیصل آباد
فون نمبر: 041-8732325

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

خطاب بہ جاوید

27

سخنے بہ نژادِ نو

نئی نسل سے کچھ باتیں

90 از زمانِ خود پشیماں می شوم	در قرونِ رفتہ پنہاں می شوم!

میں عہد حاضر میں (حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کی ناقدری پر) زندہ رہنے پر شرمندگی محسوس کرتا ہوں اور (گہری سوچوں میں پڑ کر مسلمانوں کے زرّیں) عہد رفتہ کے تذکروں میں گم (سا) ہو جاتا ہوں

91 سترِ زن یا زوج یا خاکِ لحد	سترِ مرداں حفظِ خویش از یارِ بد

(حالیہ مغربی عورت کا ایک تجارتی مال یعنی COMMERCIAL COMMODITY بن جانے کے برعکس) اسلام میں عورت کے حقیقی تحفظ، ستر کا ذمہ دار شوہر ہے یا قبر کی مٹی ہے اور مردوں کا ستر (ذات اور خاندان کے تحفظ کا ذریعہ) خودکو بری (ابلیسی) سوسائٹی اور برے دوستوں سے محفوظ رکھنے میں ہے

92 حرفِ بد را بر لب آوردن خطا ست	کافر و مومن ہمہ خلقِ خدا ست!

(حالیہ مغربی تہذیب کے برے اثرات کی وجہ سے) کسی خاص انسان کی برائی لب پر لانا بھی برا ہے۔ مومن و کافر فی نفسہٖ سب مخلوقِ خدا ہے (اور دل کی کیفیت صرف اللہ جانتا ہے البتہ اعمال اور رویوں پر تنقید اور کلام ہو سکتا ہے)

90۔ اے مسلمان نوجوان! تم تصور نہیں کر سکتے کہ مجھ پر آج اُمت مسلمہ کی بدحالی کے تذکروں سے کیا گزرتی ہے میں عہد حاضر میں سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات کی ناقدری پر زندگی کو ایک بوجھ سمجھتا ہوں اور اپنے اندر شرمندگی محسوس کرتا ہوں اور ماضی میں مسلمانوں کے عہد میں خداشناسی اور خودشناسی کے عہدِ زرّیں کے خیالوں اور حالات و واقعات میں گم ہو جاتا ہوں۔ سوچتا ہوں آج ابلیس اتنا جری اور آزاد کیوں ہے۔ تعلیماتِ مصطفیٰ ﷺ کیوں بے اثر ہوگئی ہیں۔ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا جذبہ کیوں ماند پڑ گیا ہے۔ انسان دشمنی، اخلاق دشمنی اور وحی دشمنی کے نظریات کیوں عام ہو رہے ہیں اور انسان 'احسن تقویم' کے مقام سے 'اسفل سافلین' کی طرف کیوں لڑھکتا جا رہا ہے؟

91۔ آج کے مغربی استعمار میں صیہونی ذہن نے نوجوان نسل کے ذہنوں کو خراب کر دیا ہے۔ مغرب نے عورت کو ایک مالِ تجارت (COMMODITY) بنا دیا ہے اور ہر عورت و مرد کو مجسم اشتہار بنا دیا ہے۔ اس کے برعکس اسلام میں عورت 1 نہایت عزت کا مقام رکھتی ہے اسلام نے عورت کو بہت پہلے زندہ رہنے کا حق دیا۔ تعلیم کا حق دیا۔ شوہر کی اطاعت کے جلو میں مساواتِ انسانی کا نشان بنا دیا۔ آسمانی ہدایت کے مطابق نسلِ انسانی کا 'حال' مردوں کے ہاتھوں میں گروی ہے جبکہ آئندہ نسل اور مستقبل 'عورت' کے ہاتھ میں ہے۔ ان حقوق انسانی کی نگہداشت کے لیے عورت کی طاقت شوہر ہے اور متاہل زندگی (FAMILY LIFE) کا اختتام ہو تو قبر عورت کو لفنگے اور لبرل لوگوں سے محفوظ رکھ سکتی ہے اور 'مرد' کے حقوق کا حقیقی ضامن معاشرے میں خداشناسی اور خودشناسی کا بیانیہ ہے (ورنہ دو مردوں اور دو عورتوں کی شادی کا کلچر پروان چڑھے گا) اعاذنا اللہ من ذالک

92۔ انسانی نفسیاتی بناؤ اور بگاڑ بڑی حد تک خارجی انسانی ماحول، علاقائی ثقافتی ورثہ، تعلیم اور (عصر حاضر میں) عالمی تہذیبی اقدار کی مرہونِ منّت ہے۔ داخلی طور پر حقیقت انسان اور حقیقتِ زندگی (WHAT IS MAN?) کا تصور ہی انسانی عادات و اطوار اور ذوقِ لطیف کے پروان چڑھنے کا SOURCE ہو سکتا ہے۔ حالیہ مغربی تہذیبی بالادستی اور اس کے SLOUCHING TOWARD GOMORRAH 2 کی کیفیت کے ذمہ دار افراد نہیں بلکہ اجتماعی ضمیر، اجتماعی آرزوئیں اور حقیقی (توراتی، زبوری، انجیلی اور قرآنی) اقدار کا افلاس (ELIMINATION) ہے ضمیر (CONSCIENCE) سے محض مادیت پرستی (DARWINISM TO SIGMUND FREUD) کے اس سفر کا ذمہ دار کوئی خاص انسان نہیں ہے بلکہ گزشتہ چھ صدیوں کی بے انتہا ہوس ہے جس نے انسان کو ہر چیز سے بے نیاز کر کے بطن و فرج کے تقاضوں کی تکمیل تک لا کھڑا کیا ہے۔ اصلاحِ احوال کے لیے آج کا فرد مومن (جدید تعلیم یافتہ) کی سوچ ایک ہی ہے وہ آسمانی ہدایت سے بغاوت اور بندر سے ترقی یافتہ ہو کر انسان بننے کا ناپاک تصور ہے (خدا بے زاری اور خود فریبی کے ان تمام مغربی غالب افکار کی از سر نو تطہیر اور OVER HAULING کی ضرورت ہے جس سے فکر انسانی کی تطہیر ہوگی 3۔

---

1 اُردو میں خاتون کے لیے عورت کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہی چھپانے کے ہیں بمعنی پردہ۔ جبکہ عورت کے لیے برطانوی زبان، انگریزی زبان میں LADY جو دراصل LAIDEE ہے (لٹادی جانے والی)۔ بھائی کے لیے انگریزی میں BROTHER جو BROTHAL کے آخر سے AL ہٹا کر ER لگانے سے اسم فاعل بنا ہے۔ بہن کے لیے SISTER، بیٹی کے لیے DAUGHTER جبکہ والدہ کے لیے MOTHER کا لفظ کسی VERB سے فاعل ہے۔ جبکہ اسلام میں عورت کے لیے عزت و مساوات اور علیحدہ تشخص ہے۔

2 1998ء نیو یارک بیسٹ سیلر کتاب۔ مصنفہ: رابرٹ ایچ بارک۔ ریٹائرڈ جج امریکہ۔

3ے رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف
علامہ اقبال

تم عمل کے لیے انتظار کرتے ہو!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ہمارے لیے خوشخبری ہے! وزیراعظم نے فرمایا: ''معیشت مستحکم ہوگئی ہے''۔ ساتھ ہی دوسرے سانس میں کہا: ''ہمارے پاس لوگوں پر خرچ کرنے کے لیے پیسہ نہیں ہے''۔ اور عوام بیچارے اس خبر سے بھی کیا اخذ کریں کہ ''سٹاک مارکیٹ میں کاروباری حجم رواں برس کی بلند ترین سطح پر''۔ عوام کی پہنچ سے تو سبھی کچھ باہر ہوگیا۔ روٹی، مستحکم معیشت سے لگا لگا کر کھائیں یا سٹاک مارکیٹ کے بلند حجم سے؟ کنجوس کا اچار یاد آ رہا ہے۔ وہ دسترخوان پر اچار کی بند بوتل رکھ دیتا تھا اور بچے بوتل سے روٹی لگا لگا کھاتے رہتے۔ ایک دن وہ گاؤں گیا۔ جاتے ہوئے بوتل الماری میں بند کر گیا۔ واپس آکر بچوں سے پوچھا: تم نے اتنے دن روٹی کیسے کھائی؟ بچے بولے: الماری سے لگا کر۔ اس پر باپ سیخ پا ہوگیا۔ کیا تم 4 دن اچار کے بغیر گزارہ نہیں کرسکتے تھے؟ سو آج تبدیلی سرکار کے ہاتھوں عوام اسی حال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ 43 کھانے کی بنیادی اشیاء 22 فیصد مہنگی ہوگئیں۔ تنخواہ دار، دہاڑی دار طبقہ ہاتھوں میں بے وقعت نوٹ لیے تک رہا ہے کہ کیا خریدے کیا کھائے۔ ایسے میں (طعام کا) مینو وزیروں نے بنا دیا ہے۔ کراچی والوں کو ٹڈی دل نے آلیا۔ صوبائی وزیر نے ٹڈی بریانی، ٹڈی کڑاہی کا مفت مشورہ دیا۔ مگر ٹماٹر کہاں سے آئیں؟ مشیر خزانہ کی دکان پر 17 روپے کلو اور بازاروں میں اس وقت 300 روپے کلو مل رہے تھے۔ عبدالحفیظ شیخ یوں بھی آئی ایم ایف سے درآمد کردہ اٹکی اٹکی اردو بولنے اور عالمی ایجنڈے لاگو کرنے کے ذمہ دار ہیں، آٹے دال کا بھاؤ کیا جانیں! مگر حیرت تو دیسی وزیروں پر ہے۔ وزیر ہوابازی نے ہوائی چھوڑی مٹر پانچ روپے کلو ہونے کی اور معاون خصوصی فردوس عاشق نے تائید فرمائی اس قیمت کی! (شاید وہ پانچ روپے میں ایک مٹر کا دانہ کہہ رہے ہوں؟)

ٹڈی بریانی تک تو بات ہوئی، ہم شکر کریں کہ ڈینگی مچھر تل بھون کر آلو مچھر پکانے کا مشورہ نہیں دے دیا۔ انصافیوں سے تو کچھ بعید نہیں۔ یہ فرنچ شہزادوں، شہزادیوں کی حکومت ہے۔ فرانسیسی شہزادی نے محل کی بالکونی سے دھرنے، معاف کیجیے، احتجاج کناں بھوکے عوام کا منظر دیکھا تو کہا: ''روٹی نہیں ملتی تو کیک کیوں نہیں کھا لیتے؟''۔ مگر تاریخ بتاتی ہے کہ پھر شاہی خاندان نے گلوٹین کا منہ دیکھا، سریا لگی گردنیں جس نے اڑا ڈالیں۔

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں! جہاں چلغوزہ اب اتنا معتبر ٹھہرے کہ وہ منحنی سا کمزور جان ڈرائی فروٹ 8 ہزار روپے کلو ہو۔ یعنی عجب نہیں کہ اب مہر ایک بوری چلغوزہ قرار پائے (تقریباً سوا پانچ لاکھ روپے) اور تنخواہ چلغوزوں میں طے ہونے لگے۔ گھریلو ملازم مہینہ بھر کی محنت کا صلہ 2 کلو چلغوزے پائے۔ یہ ہے ریکارڈ توڑ ترقی اور تبدیلی۔ کرپشن ختم کیا کی، عوام کی سانسیں سلب کر لیں۔ ہم نے سنا تھا سیاست کے سینے میں دل نہیں ہوتا۔ تجربہ اب ہو رہا ہے۔ سیاست کے سینے میں دل اور کھوپڑی میں دماغ بھی نہیں ہوتا۔ صرف بے لحاظ، بے مروت تڑتڑاتی زبان ہوتی ہے۔ ہاتھوں میں نمک ہوتا ہے، عوام کے زخموں پر چھڑکنے کو۔ وہ حکومت جو راتوں رات تجاوزات کے نام پر مارکیٹیں ڈھا گئی۔ بے روزگاروں میں ریکارڈ اضافہ کیا۔ پلاسٹک کے لفافوں کو بیک جنبش قلم ختم کر دیا۔ مہنگائی کو 25 روپے لفافہ خریداری ٹیکس کا تڑکا لگایا، اس کی رٹ مہنگائی کنٹرول کرتے کیوں یک لخت صفر ہوگئی؟ عوام دشمنی پر کمربستہ یہ حکومت ہمارے گناہوں کی شدت کی خبر دیتی ہے۔ یہ بھی عذاب الٰہی کی ایک قسم ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے اوپر کے عذاب کی تشریح میں ظالم حکمران اور نیچے سے عذاب کو خائن ملازمین بھی ارشاد فرمایا تھا۔ سو اجتماعی استغفار درکار ہے۔

اس دوران ہم نے پلیٹ میں رکھ کر 832 ایکڑ زمین سکھستان کے لیے دے دی۔ اب ڈریئے اس دن سے جب بھارت کے وفادار سکھ اسے ویٹی کن کی طرح آزاد مملکت کا درجہ دینے کا مطالبہ کر بیٹھیں۔ ہم جو عالمی فدوی ثابت ہو چکے۔ پہلے نیٹو سپلائیز کے لیے مفت ملک کے طول و عرض کی سڑکیں گورے کے حوالے کیے رکھیں، اب بھارتیوں کو اپنی سرزمین تھما دی۔ سکھوں کی سرداری کا مقام تو بابا خان صاحب نے پا لیا! بابری مسجد قانوناً بھی ڈھے گئی۔ مندر فاتح ٹھہرا۔ اب باری پر تاج محل لگا ہے۔ کشمیر پر لاٹھی بھینس قانون کے نفاذ کے بعد اب سپین کی مانند زمین کشمیریوں پر تنگ کرنے کی تاریخ دہرائی جا رہی ہے۔ ہم کیا کر رہے ہیں؟ ہم نے تعلیمی اداروں میں ڈرامے، ٹیبلو اور قومی سطح پر فلم کا نذرانہ پیش کیا۔ اب تازہ ترین ہماری پیپسی نسل کی فخریہ پیش کش کشمیر پر بینڈ بھرا گانا ریلیز کیا ہے، پیپسی 'Battle of Bands' کے تحت۔ یہ پیپسی برگر نسل بینڈ باجوں کی جنگ لڑے جیتے گی۔ شکر ہے سائنس ٹیکنالوجی والے وزیر فواد چودھری کے مطابق دھرنا ختم ہوا (جان میں جان آئی) اس کا بیانیہ انتہا پسندی تھا۔ مذکورہ باجا گانا جہاد کی انتہا پسندی کی جگہ پیپسی، ریڈبل سے شروع ہو کر آئس، کوکین کی یاد دلانے والا بیانیہ ہے۔ ہم سرحد پار کریں گے تو بقول وزیراعظم پاکستان سے غداری کریں گے۔ سو سرحد پر کھڑے ہو کر باجے بجا کر زخمی بھوکے محصور کشمیریوں کا جی بہلائیں گے۔ دکھی انسانیت کی خدمت کی یہ بھی ایک جہت ہے۔

بوڑھے (92 سالہ) کشمیری شیر سید علی گیلانی نے وزیراعظم کے نام ایک خط لکھا ہے (جو ہمارے سر شرم سے جھکا دینے والا ہے۔ مگر سیاست کا دماغ شرم سے عاری اور بوٹوں کی آماجگاہ ہوتا ہے)۔ وہ حکومت سے مضبوط فیصلوں کی توقع کر رہے ہیں۔ ''پاکستان لائن آف کنٹرول کو دوبارہ جنگ بندی لائن قرار دے۔ بھارت کی جانب سے یکطرفہ متنازعہ کشمیر کی حیثیت میں غیر قانونی تبدیلی کے بدلے پاکستان بھی بھارت سے معاہدے ختم کر دے''۔ عالمی سطح پر بھارتی اقدامات میں مضمر لاقانونیت اور ظلم کو دنیا نے پر کاہ کی اہمیت نہ دی۔ البتہ پاکستان کو کرتار پور پر خوب سراہا گیا۔ ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات! بابری مسجد اور تاج محل کے نیچے مندر تھا! مسجد اقصیٰ کے نیچے یہودی معبد! مسجد قرطبہ کے اندر گرجا اور فلسطینی بمباریوں کی زد میں۔ یہ وہی عالمی صلیبی، صیہونی، دجالی گریٹر اسرائیل اور گریٹر ہند (مہا بھارت) ایجنڈا ہے۔ ہماری دینی جہالت کا یہ عالم ہے کہ کفار کے عالمی ایجنڈے حدیث کے باب الفتن کو پڑھ کر قدم بہ قدم طے پا رہے ہیں اور ہمارے آکسفورڈیئے مدینہ کی ریاست کا پہاڑہ پڑھتے سوئے گردوارہ و مندر بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

ان کی خوش بختی یہ ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں یک زبان ہو کر اٹھنے والی دینی تحریکوں کے برعکس آج ہم

تقسیم در تقسیم کا شکار ہیں۔ تمام تر مذہبی مسلکی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اسلامیان پاکستان نے قرارداد مقاصد، ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں شانہ بہ شانہ قربانیاں دیں۔ آج علماء کے باہمی اختلافات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے، عوام کو گمراہ اور بدظن کرنے میں قوتیں صرف کی گئیں۔ اسلام کی بالادستی، نظریۂ پاکستان کی بحالی، ختم نبوت، شان رسالت ﷺ کو دائمی تحفظ دینے کے نام پر یکجا ہو جاتے تو سیکولرازم کی باضابطہ تدفین بھی ہو جاتی۔ آزادی مارچ نے کاری ضرب تو لگائی ہے، لیکن فتنۂ دجال کی ان آندھیوں میں گروہی جماعتی عصبیتوں کی اسیری نے حق کا ساتھ دینے میں کمزوری دکھائی۔ اس پر غوروفکر اور عنداللہ جوابدہی کی فکر لازم ہے۔ یہ تمام اختلافات مذکورہ بالا تمام اہم مواقع پر موجود تھے، مگر حق کی بالادستی کے لیے ہر دور میں بے دینی اور اسلام دشمنی کا مقابلہ یک جان ہو کر کیا! 18 سال بعد کسی نے (قطع نظر کہ وہ کون تھا) ملکی شناخت کی ہمہ گیر بحالی کے ایک ایک نکتے پر بات کی۔ وہ امور جن پر سبھی کے پر جلتے رہے، مصلحت آمیز مہر بلب رہنے بلکہ ہاں میں ہاں ملانے میں عافیت جانی، اب مملکت کے قلب میں بیان ہوئے۔ ایسے میں اسلام کے ایک بلند آہنگ دعوے دار دانشور بھی لاکھوں کے مجمع کی لال مسجد نما بنا دینے کے فارمولے بیان کرنے کی حد تک جا گرے؟ اے چرخ گردوں!

مودی مذہبی کارڈ استعمال کرتا پھولوں کی پتیوں سے لدا ہندوتوا کا مذہبی بیانیہ لیے کشمیر اور پاکستان پر چڑھا چلا آ رہا ہے۔ پاکستان نااہل، دین بے زار زعماء مشرفی وزراء اور ورلڈ بینک کے گماشتوں کے ہاتھ گروی ہے۔ عوام کی جان شکنجے میں ہے۔ سیاسی جماعتیں بے جہت ہیں۔ ایسے میں دینی طبقے کو لازماً جلد یا بدیر کمر ہمت باندھنی ہو گی۔ اختلافات کے گھن چکر، مسلکی جماعتی تنگنائے کی اسیری سے نکلنا ہو گا۔ مروجہ سیاست کی آپا دھاپی غلبۂ حق کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اسلام کی سربلندی کے لیے اخلاص اور بے نفسی کے ساتھ اگر یک جانہ ہوئے تو اللہ کے حضور کیا جواب دیں گے؟ ﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا ......الخ﴾ (الحدید:16) ''کیا ابھی بھی اہل ایمان کے لیے وقت نہیں آیا......؟'' تم عمل کے لیے انتظار کرتے ہو......والی حدیث تازہ کر لیجیے۔ جس کے آخر میں یہ بھی ہے کہ تم منتظر ہو دجال کے؟ جو بدترین غائب ہے جس کا انتظار کیا جائے! (ترمذی) ❁❁❁

عقیدہ ختم نبوت کا ثبوت اور جھوٹے مدعیان نبوت

مفتی حضرت عثمان، استاد کلیۃ القرآن، لاہور

قارئین کرام! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک اس امت کا اجتماعی عقیدہ چلا آ رہا ہے کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النّبیین اور سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں۔ آپؐ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا تو وہ اور اس کے ماننے والے دونوں دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور یہ مسئلہ قرآن، احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو ختم نبوت کا مسئلہ بدیہات میں سے ہے۔ ایک شخص نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھے موقع دو تاکہ میں آپ کے سامنے اپنی نبوت کے دلائل پیش کروں اور آپ کو مطمئن کروں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ جو شخص اس کے پاس گیا۔ نبوت کے دلائل مانگنے کے لیے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ کیونکہ سب سے بڑی دلیل آقائے دو جہاں حضرت محمد ﷺ کا فرمان آ چکا ہے۔

((انا خاتم النّبیین لا نبی بعدی))

(بحوالہ مناقب امام اعظم ج1 ص161)

قارئین کرام! جس طرح اللہ کی ربوبیت پوری کائنات پر محیط ہے اس طرح حضور ﷺ کی نبوت بھی پوری دنیا کے لیے اور قیامت تک کے لیے ہے۔ سارے لوگ آپؐ کی شمع نبوت سے فیض یاب ہوں گے۔

ختم نبوت کے مسئلے پر ایک سو سے زیادہ قرآن کی آیات بینات شاہد ہیں اور ذخیرہ احادیث میں دو سو دس (210) احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔

سب سے پہلا اجماع اور وہ بھی صحابہ کرامؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں اسی ختم نبوت کے مسئلہ پر منعقد ہوا کہ جو شخص حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ دائرہ اسلام سے خارج، مرتد اور کافر ہے۔

اب اس کے متعلق قرآن مجید کی آیتیں اور رسول خدا ﷺ کی چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

﴿قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾

(الاعراف:158)

''فرما دیجئے کہ میں محمدؐ تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس اللہ کی طرف سے جس کے لیے آسمانوں و زمین کی بادشاہی ہے۔''

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا٥﴾ (الاحزاب:40)

''حضرت محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں وہ تو اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ اور اللہ ہر چیز پر علم رکھتا ہے۔''

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ٥﴾

(الانبیاء:107)

''اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ﴾ (المائدۃ:3)

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری مثال اور دیگر انبیاء کرام کی مثال ایسی ہے کہ ایک مکان تعمیر کیا جائے اور اس میں صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی جائے تو لوگ مکان کو دیکھیں تو وہ مکان ان کو خوشنما اور اچھا لگے مگر اس اینٹ کے خالی ہونے

کی وجہ سے۔تو میں قصر نبوت کی وہ آخری اینٹ ہوں اب میرے آنے کے بعد قصر نبوت بالکل مکمل ہو چکا ہے اور سلسلہ نبوت میرے آنے کے ساتھ بالکل پورا ہو چکا لہٰذا میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' مجھے اور انبیاء کرام پر چھ چیزوں کی وجہ سے فضلیت دی گئی ہے۔(1) مجھے صفت جوامع الکلم عطا کی گئی۔(2)اور رعب کے ساتھ میری نصرت کی گئی۔(3)میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا۔(4)میرے لیے زمین کو مسجد اور طہور بنا دیا گیا۔(5)میں ساری کائنات کی طرف معبوث کیا گیا ہوں(6)میرے ساتھ نبوت کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔(الحدیث)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہوتا تو حضرت عمرؓ اس قابل تھے کہ وہ نبی بنتے۔(ترمذی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کریم ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب میری امت میں تیس کذاب دجال ہوں گے ہر ایک یہی دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا خبر دار! میں آخری نبی ہوں میرے بعد کسی نبی نے نہیں آنا۔

اختصار کے پیش نظر صرف ان چار احادیث کا ذکر کیا گیا ورنہ لاتعداد حدیثیں ایسی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے حضور کریم ﷺ پر ختم کر دیا ہے۔

کچھ جھوٹے مدعیان نبوت کا تعارف

حضور ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق کچھ لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ان میں سے ایک عورت گزری ہے جس کا نام تھا۔سجاح۔ یہ عورت قبیلہ بنو تغلب کی تھی۔اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور بعد میں مسلیمہ کذاب کے ساتھ شادی کر لی تھی اور حق مہر میں عشاء اور صبح کی نماز معاف کرائی تھی۔ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ عورت بعد میں امیر معاویہؓ کے دور میں مسلمان ہو گئی تھی۔

اسود بن کعب یہ علاقہ صنعاء کا رہنے والا تھا، اس کے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے دور میں ہی اس کو قتل کر دیا گیا تھا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اس کو قتل کر دیا گیا۔ زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ نے اسے فی النار کیا۔(بحوالہ رسالت مآب ص:88)

طلحہ بن خویلد، اس شخص نے بھی حضور ﷺ کے وصال کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں اس کے خلاف لشکر کشی کی گئی تھی۔ یہ ملک شام کی طرف بھاگ نکلا اور بعد میں آکر مسلمان ہو گیا اور جنگ قادسیہ میں شہید ہوا۔(بحوالہ رسالت مآب ص:191)

حارث: خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دور میں اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا خلیفہ وقت نے علماء سے فتویٰ لے کر اس کو قتل کر دیا اور بعد میں سولی چڑھا دیا۔

(بحوالہ ختم نبوت ص231)

ایسے ہی ہارون الرشید کے دور میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا میں نوح پیغمبر ہوں۔ان کے ہزار سال مکمل ہونے سے پچاس سال رہ گئے تھے چنانچہ میں ان کو پورا کرنے آیا ہوں۔خلیفہ نے علماء سے فتویٰ لے کر بحکم ارتداد اس کی گردن قلم کر دی تھی۔اور پھر عبرت کے لیے اسے سولی پر چڑھا دیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات زندگی

مرزا غلام احمد 1839ء کو انڈین پنجاب ضلع بٹیالہ کے شہر قادیان میں پیدا ہوا۔1857ء میں مولوی کرامت سے عربی سیکھی۔1864ء میں اپنے باپ کی پنشن کی رقم لے کر بھاگ گیا اور اپنے آپ کو مبلغ کہلوانے لگا۔1871ء میں انگریز کا ساتھ دینے لگا۔1879ء میں کہا کہ مجھے اللہ نے وحی دی اور کہا کہ ایک کتاب لکھو براہین احمدیہ جس کے چار والیم ہوں(ابھی تک کتاب نامکمل ہے)۔ اور وحی میں یہ بھی کہا گیا کہ جہاں بیگم سے شادی کرو اس سے تمہارے تین بیٹے ہوں گے مگر اس کے ساتھ اس کی کوئی شادی نہیں ہوئی۔1889ء میں احمد یہ موومنٹ بنائی۔ اپنی کتاب روحانی خزائن(صفحہ 548) میں کہتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایسا ہو جو یہ یقین نہ کرے کہ میں اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں وہ فاحشہ عورت کی اولاد ہے۔

1893ء میں عبداللہ خان آتھم کرسچین نے کہا کہ اس بات پر مجھ سے مناظرہ کرو تو مرزا نے اس کو کہا کہ تم 15 مہینوں میں مر جاؤ گے۔15 مہینوں کے بعد وہ صحیح سلامت، مٹھائیاں بانٹ رہا تھا کہ دیکھو مرزا جھوٹا نکلا۔

(جنگ مقدس 293/6)

1900ء میں کہا کہ جہاد ختم، میں اللہ کا نبی ہوں۔ کوئی بھی حدیث جو میری بات سے اختلاف کرے اس کو میں ایک کچرے کی طرح پھینک دوں گا۔(روحانی خزائن ص149ج19)

8نومبر1902ء کو کہا میں نبی ہوں قرآن سے ثابت ہے، سورۃ الصف کی آیت کا ذکر کرتے ہوئے۔

1905ء میں نقلی جنت البقیع بنائی قادیان میں اور کہا کہ جو اس میں دفن ہو گا وہ جنتی ہے۔

1907ء میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کو چیلنج دیا کہ اگر تم جھوٹے ہوئے تو تم مر جاؤ گے اور اگر میں جھوٹا ہوا تو میں ہیضہ سے مر جاؤں گا۔

26 مئی 1908ء میں ہیضہ سے مر گیا۔اس کے سسر نے کہا کہ آخر وقت میں مرزا کہتا تھا I have Kolerah یعنی مجھے ہیضہ ہو گیا ہے۔جبکہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ 40سال تک اس کے بعد زندہ رہے۔یہی وجہ ہے کہ قادیانی کبھی مرزا کی سیرت پر بات نہیں کریں گے۔ کہتا ہے کہ میں نبی کے برابر ہوں(کلمہ حق ص130)

مذکورہ دلائل وتحقیقات سے واضح ہوا کہ قادیانیت ایک بہت بڑا فتنہ ہے۔ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ قادیانیوں کا تمام لٹریچر ضبط کیا جائے اور قادیانیوں کو تمام کلیدی عہدوں سے الگ کیا جائے، اس لیے کہ یہ لوگ ملک وقوم اور مذہب کے لیے ایک انتہائی سنگین خطرہ ہیں۔لہٰذا پاکستان کے 1974ء کے آئین کے نفاذ پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے۔ نیز مذہب حق کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کے لٹریچر کو عام کیا جائے تا کہ ہر مسلمان عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی اہمیت کو جان سکے۔

❁❁❁

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ کراچی شمالی بفرزون/شادمان تنظیم کے رفیق جناب مستقیم اوران کی اہلیہ کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ
لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

یہ راستہ ریاست مدینہ کو نہیں جاتا

محمد سمیع

اکبر الہ آبادی نے کہا تھا:

قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں حکام کے ساتھ
رنج لیڈر کو بہت ہے مگر اکرام کے ساتھ

یہ بات تو انہوں نے غالباً ان سماجی رہنماؤں کے بارے میں کہی تھی جو قوم کی فلاح کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور اس غم میں انہیں حکام کے ساتھ ڈنر کھانے کی مجبوری لاحق رہتی ہو۔لیکن ہمارے ملک میں قوم کے غم نے بتدریج ترقی کرلی ہے اور اس کے پرویز مشرف اور شہباز شریف جیسے رہنما یہ کہتے پائے جاتے ہیں کہ غریبوں کے حال پر میرا دل خون کے آنسو روتا ہے۔پرویز مشرف کے ماہرین معیشت یہ کہا کرتے تھے کہ ملکی معیشت ترقی کرکے ٹرکل ڈاؤن (Trickle Down) کرے گی تو اس کے نتیجے میں غریبوں کو فائدہ پہنچے گا۔اس دور میں انہیں کتنا فائدہ پہنچا اس سے بھی ہم سب واقف ہیں۔شہباز شریف کے دور میں صوبہ پنجاب میں ہونے والی ترقیاتی اسکیموں کی بڑی تعریفیں کی جاتی رہی ہیں لیکن غریبوں کو اس سے کتنا فائدہ پہنچا وہ بھی ہمیں معلوم ہے۔ہمارے موجودہ وزیر اعظم نے اقتدار سنبھالنے سے پہلے ہی والی اپنی تقریر میں غریبوں سے جس دلی ہمدردی کا اظہار کیا تھا اس سے تو غریبوں کی آنکھوں سے سیلاب اشک رواں ہوگئے تھے۔لیکن اس ضمن میں حکومت کے جو عملی اقدامات نظر آئے ہیں اس سے اس حکومت کے سابق وزیر خزانہ کی پیشگوئی صدفی صد درست ثابت ہوچکی ہے کہ عنقریب عوام کی چیخیں نکلیں گی۔ان کی چیخوں میں ہر روز اضافہ ہورہا ہے۔ہر حکومت کی طرح اس حکومت نے بھی یہ اعلان اپنے پہلے بجٹ کے موقع پر کیا تھا کہ ہم نے جو ٹیکس لگائے ہیں اس سے غریب عوام پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔جی ہاں! اس حکومت کے سرمایہ داروں اور صنعت کاروں پر لگائے گئے ٹیکس کا سارا بوجھ غریب عوام پر ہی آن پڑا ہے کیونکہ لگائے گئے سارے ٹیکس کو cost of producition میں حسب معمول شامل کرلیا گیا ہے اور مصنوعات کی قیمتیں بڑھادی گئی ہیں۔حد تو یہ ہے کہ اس مرتبہ اشیاء خورد ونوش کی قیمتیں اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ عوام کو فاقوں کا سامنا ہے۔اشیاء خورد ونوش کی قیمتیں کبھی اتنی تیزی سے نہیں بڑھیں جتنی اب بڑھ چکی ہیں۔

کچھ دنوں کے بعد عوام میں اتنی نقاہت پیدا ہوجائے گی کہ ان کی چیخوں کی آوازیں بھی آنا بند ہوجائیں گی اور حکومت یہ اعلان کرے گی کہ معیشت اتنی سدھر چکی ہے کہ عوام کی چیخیں ختم ہوگئی ہیں۔ستم ظریفی یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے دعویٰ کیا جارہا ہے کہ عنقریب ملک کے معاشی حالات درست ہوجائیں گے جس کا فائدہ عوام کو پہنچے گا۔جبکہ ملکی اور غیر ملکی اداروں کی رپورٹیں اس کے برعکس آرہی ہیں۔

حکومت نے غریبوں کی غربت کم کرنے کے لیے دو اقدامات کیے ہیں جن میں ایک شلٹر ہومز کا قیام اور دوسرا حال ہی میں لنگر خانے جاری کا اقدام ہے۔شلٹر ہومز کے بارے میں اس کے قیام کے بعد مزید کوئی خبر سامنے نہیں آئی۔شلٹر ہومز عوام کی ضرورت نہیں بلکہ انہیں تو اپنی چھت چاہیے۔ماضی میں ہندوؤں نے دھرم شالے قائم کیے اور مسافر خانے بھی قائم کیے گئے لیکن اس سے غریب عوام کے دکھ کا مداوا نہ ہوسکا۔لنگر خانے تو مختلف سماجی انجمنوں نے ملک میں قائم کیے ہوئے ہیں جن میں عبدالستار ایدھی ٹرسٹ، سیلانی گروپ، بحریہ ٹاؤن اور رمضانی ٹرسٹ وغیرہ بھی شامل ہیں۔سوال یہ ہے کہ کیا اس سے غربت ختم ہوسکی ہے۔کیا حکومت کے اس اقدام کے نتیجے میں جو انہوں نے سیلانی گروپ کے ساتھ شروع کیا ہے، کوئی فرق پڑے گا؟ سیلانی گروپ کے مخلص کارکنان جب اس مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے تو کیا حکومت کے ساتھ مل کر لنگر خانے قائم کرکے جس کے منتظمین میں کرپٹ لوگوں کے شامل ہونے کا غالب امکان ہے، وہ اس ہدفت کو حاصل کرسکیں گے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بھی اس شعر کے مصداق بن جائیں جس کا ذکر اکبر الہ آبادی نے اپنے شعر میں کیا ہے۔حضور ﷺ کی تعلیم تو یہ ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے۔گویا کہ ہاتھ پھیلانے کی عادت کی حوصلہ شکنی کی گئی۔ایک صحابی نے جب اپنے فقر کا اظہار کیا تو حضور ﷺ نے ان کے لیے ایک کلہاڑی کا بندوبست کیا اور فرمایا کہ جنگل میں جاکر لکڑیاں کاٹو اور اسے فروخت کرکے اپنی غربت دور کرو۔ہم جب تک اسوۂ رسول ﷺ کی رہنمائی میں اقدامات نہیں کریں گے،اس ملک کو مدینے کے طرز کی ریاست بنا نہیں پائیں گے۔ان اقدامات سے مشابہت حکومت کی اس پالیسی سے ہوتی ہے جس کے تحت وہ عالمی مالیاتی اداروں سے قرض لے کر امور سلطنت انجام دینے کی کوشش کرتے ہیں۔اس کا انجام تو ہمارے سامنے ہے کہ ہم قرضوں پر صرف سود کی ادائیگی کے لیے مزید قرض لینے پر مجبور ہیں۔یہ صورت حال ظاہر کرتی ہے کہ ہم ہر گزرتے دن کے ساتھ قرض کے مزید جالوں میں جکڑے جاتے رہیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے عزت مآب وزیر اعظم جو پاکستان کو مدینے کے طرز کی ریاست بنانے کا بار بار ذکر کرتے ہیں کے ان عارضی اقدامات سے اس منزل پر پہنچنا ممکن نہیں۔فارسی میں ایک مصرعہ ہے جس میں شاعر نے کسی اعرابی کو مخاطب کرکے کہا ہے کہ جس راستے پر تو گامزن ہے وہ مکے کو نہیں جاتا۔سب سے پہلے تو ہمارے حکمران ہی نہیں بلکہ عوام بھی مدینے والے ﷺ کے کردار کے آئینے میں ذرا خود پر نظر ڈالیں کہ وہ کہاں کھڑے ہیں؟ کہیں حضور ﷺ کی سیرت کا کھربواں حصہ بھی ہمارے کردار میں نظر آتا ہے؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔اجتماعی سطح پر ہم نے اس قانون کو اختیار کر رکھا ہے جو ہمارے ماضی کے فرنگی حکمرانوں نے ایک محکوم قوم پر حکمرانی قائم کرنے کے لیے وضع کیا تھا۔نتیجہ یہ ہے کہ انتظامیہ، عدلیہ اور دیگر اداروں پر عوام کا اعتماد اٹھ چکا ہے کیونکہ ان کے ذہن میں تو خلفائے راشدین کے دور کا نظام ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ موجودہ نظام کے تحت وہ عدل مہیا ہوجائے جو خلفائے راشدین کے دور میں تھا جو کہ محال ہے۔حکومت کو چاہیے کہ پہلے اس نظام کو قائم کرنے کو اپنی اولین ترجیح بنائیں۔کئی ماہ قبل اسلامی نظریاتی کونسل سے کہا گیا تھا کہ اس ضمن میں ایک روڈ میپ تیار کرے جس پر کونسل نے ایک کمیٹی قائم کرنے کا اعلان بھی کیا تھا لیکن تا حال اس

معاملے میں کیا پیش رفت ہوئی ہے، اس سے عوام اب تک آگاہ نہیں۔ پہلے خلفائے راشدین کے دور کا نظامِ عدلِ اجتماعی قائم کیجیے تب ہی آپ پاکستان کو مدینے کے طرز کی ریاست بنا سکیں گے۔

میں جس عمران خان سے واقف ہوں جس نے ہر پروجیکٹ کو ایک چیلنج کی حیثیت سے لیا اور اسے قائم کر کے دکھایا جس کی واضح مثال کرکٹ ورلڈ کپ، کینسر ہسپتال اور نمل یونیورسٹی ہیں۔ یہ بہت اہم صلاحیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہے۔ لیکن ریاست کی سطح پر جس پروجیکٹ کو وہ پورا کرنے کا عزم رکھتے ہیں اس کی نوعیت ہی اور ہے۔ ویسے تو اس کو پورا کرنے کے لیے انہیں اسوۂ حسنہ سے رہنمائی لینی ہوگی جس کا ایک پہلو ان کے سامنے رکھتا ہوں، وہ اخلاق ہے۔ حضور ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''بے شک آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہیں، جس کی ترجمانی وزیراعظم کے ممدوح محترم مولانا طارق جمیل مدظلہٗ اس طرح کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اخلاق کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اس بارے میں ان سے رہنمائی حاصل کریں کیونکہ اگر زبان خلق کو دیکھا جائے تو کہا جاتا ہے کہ عمران خان میں اخلاق کے منفی پہلو ان کے دھرنے کے دوران اور وزارتِ عظمیٰ کے عہدے پر فائز ہونے کے بعد سامنے آئے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ انہیں اپنے عزائم میں کامیاب کرے۔ آمین

❁❁❁

ضرورت رشتہ

☆ 29 سالہ انجینئر بیٹے کے لیے دینی مزاج کی حامل ہم پلہ بیٹی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-2681178

☆ لاہور میں رہائش پذیر بیٹا، عمر 27 سال، انجینئر، رفیق تنظیم اسلامی کو تعلیم یافتہ دیندار گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0314-4313600

☆ لاہور میں رہائش رفیق تنظیم اسلامی کی بیٹی، عمر 22 سال، زیر تعلیم، کو دینی مزاج کے حامل برسر روزگار، تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0336-7250487

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

''دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23- کلومیٹر ملتان روڈ (نزد چوہنگ)، لاہور'' میں

06 تا 08 دسمبر 2019ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم نظریاتی ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

1- جن رفقاء کو ملتزم تربیتی کورس مکمل کیے ہوئے پانچ سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے، ان کی نظریاتی ریفریشر کورس میں شرکت ترجیحی بنیادوں پر مطلوب ہوگی جبکہ مبتدی نظریاتی ریفریشر کورس میں مبتدی نصاب کا مطالعہ نہ کرنے والے رفقاء کی شرکت ترجیحی بنیادوں پر مطلوب ہوگی۔ البتہ امیر حلقہ کی اجازت سے احباب بھی شامل ہو سکتے ہیں۔

2- اس کورس سے جو مبتدی/ملتزم رفقاء گزریں گے ان کے مبتدی/ملتزم نصاب کا مطالعہ/سماعت مکمل متصور ہوگی۔

3- جو رفقاء اس کورس میں جزوی شرکت کریں گے وہ جس قدر نظریاتی ریفریشر کورس کے نصاب/موضوعات سے گزریں گے، اس کے بقدر مبتدی/ملتزم نصاب کے موضوعات کا مطالعہ/سماعت مکمل متصور ہوگی۔

4- اس کورس میں وہ مبتدی/ملتزم رفقاء بھی شامل ہو سکیں گے جنہوں نے ابھی مبتدی/ملتزم تربیتی کورس نہ کیا ہو۔ البتہ نظریاتی ریفریشر کورس میں شرکت رفیق کو مبتدی/ملتزم تربیتی کورس سے مستثنیٰ نہیں کرے گی اور مبتدی/ملتزم تربیتی کورس اسے بہرحال کرنا لازم ہوگا۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-4369865

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 79-35473375(042)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

''قرآن اکیڈمی یٰسین آباد، کراچی'' میں

07 تا 13 دسمبر 2019ء (بروز ہفتہ نماز عصر تا جمعۃ المبارک)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں: ☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

13 تا 15 دسمبر 2019ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء و معاونین متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 021-3682320 / 0334-0111956

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 79-35473375(042)

Vol: 28 Regd. No. C.P.L NO.114 No.45

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore